جلد 27 شمارہ 12 ماہ دسمبر 2025ء جمادی الثانی 1447ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیّت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحمۃ اللہ علیہ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری
0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری
0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ۔ (سورۃ المائدہ۵: آیت۱۸)

اور کہا یہود نے اور نصاریٰ نے کہ ہم بیٹے اللہ کے ہیں اور اس کے پیارے ہیں، پس کیوں عذاب کرتا ہے تمہیں تمہارے گناہوں پر، نہیں بلکہ تم بشر ہو انہیں میں سے جو اس نے پیدا کیا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے، جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ہے ان کے درمیان، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ (سورۃ المائدہ۵: آیت ۴۲)

سننے والے ہیں جھوٹ کو، کھانے والے ہیں حرام کو۔ پس اگر آویں تیرے پاس پس حکم کر درمیان ان کے یا منہ پھیر لے ان سے۔ پس اگر منہ پھیر لے تو ان سے تو ہرگز نہ زیان پہنچاویں گے تجھ کو کچھ، اور اگر حکم کرے تو تو حکم کر درمیان ان کے ساتھ انصاف کے، تحقیق اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

فرمانِ نبوی ﷺ

ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو نبی اکرم ﷺ بہت گھبرا کر اُٹھے اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے مسجد میں آ کر بہت ہی لمبا قیام لمبا رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے کبھی آپ ﷺ کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے نماز کے بعد فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اس لئے جب تم اس طرح کی کوئی چیز دیکھو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے استغفار کی طرف لپکو۔

(کتاب الکسوف، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیمار تھے اس لئے آپ ﷺ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، بعض لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے لگے لیکن آپ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، اس لئے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

(کتاب تقصیر الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور اس کی وجہ سے آپ ﷺ کے دائیں پہلو پر زخم آ گئے۔ ہم مزاج پرسی کے لئے گئے تو نماز کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بھی بیٹھ کر آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اسی موقع پر فرمایا تھا کہ امام اس لئے ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا و لک الحمد کہو۔

(کتاب تقصیر الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ امام احمد بن حنبلؒ کے تصوف اور دیدار ذات پر بات ہوئی تو اس پر آپ نے فرمایا:

امام احمد بن حنبلؒ جیسے ہیں اسی طرح ان میں دوسرے بھی لوگ ہیں جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اگر مطلوبہ معیار حاصل کرلیا جائے تو یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔اصل بات معیار کی ہے۔یہ اللہ میاں کی خاص عنایت ہے۔وہ اقبال بھی کہتا ہے کہ

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو

جب یہ ہیں ہی خالق اور مخلوق تو ان کے درمیان کیوں پردے رہیں؟ پردے نہیں ہونے چاہئیں۔اللہ میاں تو یہ ساری باتیں سن رہا ہے۔

ہمارا ایمان ہے۔ہمارے تو قبلہ ڈار صاحب نے سورۃ النجم پڑھ کے سب کو سنائی اور بتایا کہ اس میں اللہ مشرکوں کو مخاطب کرے گا اور کہے گا کہ آپ میں سے کسی نے لات و منات کو دیکھا ہے؟ اس سے پہلے یہ آیت گزری ہے کہ آپ ﷺ نے بہت اعلیٰ چیز دیکھی تو یہ اور اعلیٰ چیز کیا تھی سوائے اُس کے؟ یہاں کہا ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نے اپنے اللہ کو دیکھ لیا ہے تو کیا تم نے لات و منات کو دیکھا ہے؟ یہ ایسی بات ہے کہ اس میں Contradiction ہو نہیں سکتی۔اگر ایک آدمی سرعام دعویٰ کرتا ہے اور سامنے اس کا

ثبوت بھی دے دیتا ہے کہ بتاؤتم نے اپنے لات ومنات کوکسی کو دیکھا ہے؟اس کا مطلب ہے کہ ہم سچے ہیں،تم نے نہیں دیکھا۔

یہ باباجی نے بڑے اچھے ثبوت نکال کے بتائے ہیں۔ان میں سے ہر ایک ثبوت اپنی اپنی جگہ Solid ہےاورانصاری صاحبؒ کا کہنا ہمارے لئے بہت ہے۔اُنہوں نے جو اس کے متعلق اور بہت سی باتیں کی ہیں کہ میں نے اللہ میاں سے کہا کہ مجھے ایسی چیز دکھاؤ جو آج تک کسی بھی ولی اللہ نے نہ دیکھی ہو۔اللہ نے آپؒ کو دکھا دیا۔

کل دکھا دیا۔وہ کل تھی کہ ایک طرف سے کل لکھا آ رہا ہےاورایسے ایسے جا رہا ہے اور دوسری طرف سے آ رہا ہے۔فرمایا کہ جب اولیائے کرام اکٹھے ہوئے تو میں نے بڑ ماردی کہ مجھے اللہ میاں نے ایسی چیز دکھائی جوتم میں سے کسی کو بھی نہیں دکھائی تو انہوں نے کہا کہ وہ کیا چیز ہے؟وہ بھی بزرگ تھے،اُنہیں بھی اپنا کشف ہوگیا،اُنہوں نے بھی دیکھ لیا اور کہا کہ اچھا یہ ہے۔یہ تو ہم نے بھی دیکھ لی۔باباجیؒ کہتے ہیں کہ میں نے پھر اللہ میاں سے شکایت کی کہ میں نے کہا تھا کہ مجھے ایسی چیز دکھاؤ جو کسی نے نہ دیکھی ہو۔آپ نے تو وہ سب کو دکھا دی۔جواب ملا کہ وہ بھی صاحب نظر تھے۔آپ نے خود ہی تو انہیں بتایا ہے،اس سے پہلے میں نے کسی کو یہ نہیں دکھائی تھی۔

ایسی باتیں ہر کوئی نہیں کرسکتا۔ہر آدمی ایسی بات ایسے دعوے اور ایسے یقین سے اور ایسے اعتماد سے نہیں کرسکتا جس طرح کسی نے اس کی حقیقت Face نہ کی ہو۔یہ حقیقی باتیں ہیں،ہمارا تو ایمان ہے۔یہ الگ بات ہے کہ یہ دولت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔اللہ میاں نے بذات خود قرآن میں لکھا ہے کہ میں نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔وہ تو مخلوق میں سب کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔یہ فارمولا ہم پر بھی لاگو ہوگا۔جو اللہ نے خود قرآن

میں کہا ہے لیکن جنہیں اللہ دیتا ہے تو دیتا ہے، یہ حقیقت ہے۔اس سے ہم انکار نہیں کرتے لیکن یہ جو امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق آپ نے بات آج کی ہے، ہمارے محترم اہل حدیث حضرات جو ہیں، قابل صد احترام ہیں مگر وہ تو اس تصوف کی طرف آتے ہی نہیں ہیں۔

☆ ایک بھائی نے مراقبہ سے متعلق سوال کیا تو اس پر فرمایا:

باباجیؒ نے کسی حد تک مراقبے سے ہماری جان چھڑا دی ہے۔کسی حد تک نہیں کافی حد تک۔ ہمیں جو تعلیم کیا ہے ہم اگر اس تعلیم کو سمجھیں جیسے **لا الہ الا اللہ** کا ذکر ہم صحیح طریقے سے کریں، **لا** کو ہم ناف سے دو انگشت نیچے سے کھینچیں اور اندر ہی اندر ام الدماغ تک پہنچائیں۔وہ پہلا موڑ ہے اور یہ دوسرا موڑ ہے۔دائیں کندھے پر مکمل سٹاپ ہے۔ادھر پانچ سیکنڈ تک باباجی نے کتابوں میں لکھا ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ وقت اگر آپ بڑھائیں تو ساتھ ساتھ بڑھالیں۔اگر یہ ہوتا رہے تو یہ دائیں کندھے پر تین سیکنڈ، چار سیکنڈ یا پانچ سیکنڈ آپ نفی کی حالت میں ہوں گے۔یہاں سے آپ **الا اللہ** کی ضرب پورے زور سے اور جھٹکے سے دل کے اوپر لگائیں اور یہاں محسوس کریں کہ کچھ بھی نہیں تھا تو اب یہاں اللہ ہی اللہ ہے۔ اسے اگر سمجھیں تو یہ جو ہم اثبات کرتے ہیں یہ بھی نفی بن جاتی ہے، باقی سارا کچھ تو نفی ہے۔صرف ایک ہستی پر آکر بات کھڑی ہو جاتی ہے اور آپ اس ایک بات پر آکر رکتے ہیں۔

یہ بالکل صحیح طریقہ ہے۔ڈار صاحبؒ نے متعدد بار یہ بات کی تھی کہ یہ جو Points ہیں آپ کے دماغ کے یا ان حرکات میں جہاں متعلقہ جگہ رکنا ہے وہاں رکیں، جہاں مڑنا ہے مڑیں، اور جہاں جھٹکے سے بات کرنی ہے اور وہاں رکنا ہے تو رکیں۔ہر جگہ پر

خودکو رکنے کا پورا موقع دیں تو اسی سے ہمارا مراقبہ والا جو مسئلہ ہے وہ اللہ میاں حل کر دے گا۔ انصاری صاحبؒ کی دعا سے یہ مسئلہ حل ہے۔ اگر ہم یہ ذکر ہی صحیح طریقے سے کرلیں تو وہ حل ہوجاتا ہے۔

میں نے متعدد بار دیکھا ہے کہ ہمارے جو بھائی ذکر کرتے ہیں تو حلقہ ذکر میں وہ جب **لا الہ** کا ذکر کرتے ہیں تو اُدھر خادم حلقہ کلمہ شریف مکمل کرتے ہوئے **محمد الرسول اللہ** پڑھ لیتا ہے تو وہ پھر بھی لگے رہتے ہیں۔ ہمارے لاہور میں دو تین آدمی تھے وہ ایسے ہی لگے رہتے تھے۔ اُنہیں پرواہ ہی نہیں ہوتی تھی کہ ذکر ختم ہوگیا ہے۔ انہیں زبردستی پھر کچھ دیر بعد ہوش آتی تھی۔ تو یہ کیا تھا؟ یہ نفی تھی ناں۔ یہ نفی تھی۔ اسے ہی نفی کہتے ہیں۔ اس لئے یہ Practice سے اور کوشش سے بالکل ٹھیک ہوجاتا ہے۔

یہ پاس انفاس جسے ہم آسان سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ مشکل کام ہے، اگر ہم پاس انفاس صحیح طریقے سے کرلیں تو یہ بھی ایسے ہی ممکن ہے۔ اگر ہم ایک دفعہ **اللہ** کہہ دیں تو پھر آپ دنیا اور مافیہا سے غائب ہوجائیں گے۔ آپ اللہ کے پاس ہی چلے جائیں گے۔ آپ کا دماغ اللہ کے ساتھ ہی لگا رہے گا۔ آپ کو کوئی پتا بھی نہیں ہوگا۔ آپ لوگوں کے یہی مراقبے ہیں۔ بس ان کو صرف Practically کرنے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو کر بھی لیتے ہیں۔ ہمارے ایسے بھائی ہیں جو ایسا کر بھی لیتے ہیں۔

☆ پندرہ منٹ کے پاس انفاس پر بات ہوئی تو فرمایا:

باباجیؒ نے اتنے Confidence سے اور ایسے جیسے مبارک دینے کے انداز میں

خطبے میں بیان کیا تھا کہ لو! آج میں نے وہ چیز بھی آپ کو بتا دی ہے جو آج تک کسی نے بھی نہیں بتائی۔ یہ الفاظ تھے اس پندرہ منٹ کے پاس انفاس سے متعلق۔ فرمایا: پندرہ منٹ کا پاس انفاس یہ آپ کریں۔ جس وقت کر بیٹھیں گے تو اپنے آپ کو کہیں اونچا پائیں گے۔ اب باباجیؒ کی یہ بات غور طلب ہے کہ ہم کیسے پائیں گے، کیسے پتا لگے گا کہ ہم اونچے ہو گئے ہیں، ہمارا مقام اونچا ہو گیا ہے لیکن اُنہوں نے یہ بات کی ہے۔ آپ کتاب 'چراغ راہ' پڑھیں تو اُس میں بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ یہ پندرہ منٹ کا پاس انفاس پورے جوش و خروش سے اور توجہ سے کریں تو پندرہ منٹ بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کہیں اور ہیں۔ ایسے ہی کوئی الفاظ باباجیؒ کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ دو باتیں اُنہوں نے اس کے متعلق کی ہیں اور یہ ہیں بھی بہت اچھی۔ آپ کے لئے یہی کافی ہے۔ یہ بھی الفاظ ہیں۔ یہ کریں۔ باباجی ڈار صاحبؒ نے بھی کئی مرتبہ کہا ہے۔ ایک جگہ باباجی ڈار صاحبؒ نے پچیس منٹ لکھا ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے پندرہ منٹ لکھا ہے۔ یہ کریں جتنا کوئی کرسکتا ہے۔ پانچ منٹ سے شروع کریں۔ پانچ، دس، پندرہ تک پہنچیں اور آگے چلتے جائیں جتنا مرضی آئے۔ آپ کو تجربہ ہوتا رہے گا انشاء اللہ تو آگے بھی چل سکیں گے۔

اس میں آپ کو دو باتیں تو حاصل ہو جائیں گی۔ ایک آپ کا ذکر باقاعدہ ہو جائے گا، جب چاہیں گے آپ ذکر میں جا سکیں گے اور پورے Concentration کے ساتھ جا سکیں گے۔ دوسرا یہ کہ آپ کو ایک طرح کی یکسوئی مل جائے گی کہ جب چاہیں آپ یکسو ہو کر اللہ کی یاد کر سکیں گے۔ اس سے Additional کسی اور بات پر آپ Concentrate کرنا چاہیں تو وہ بھی آپ کر سکیں گے۔ آپ کو تجربہ ہو جائے گا۔

☆ اپنے حلقے سے پیار کرو، اپنے حلقے کو یاد رکھا کرو۔ یہ انصاری صاحبؒ کا فرمانا ہے۔میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ہمیشہ فرمایا کہ اپنے حلقے سے پیار کرو۔کسی انسان کے پیچھے مت پڑو۔انسان آتے جاتے رہتے ہیں۔اپنے حلقے سے پیار کرو۔

یہ حلقہ کیونکہ اُنہوں نے خود بنایا تھا۔اُنہیں حلقے کا خاصا خیال تھا۔ہمیں بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے۔یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی اس کا خیال رکھیں۔بابا جیؒ ہمیشہ فرماتے تھے کہ اپنے حلقے کے لئے دعا بھی کریں اور اس سے پیار کریں۔ہمیں حلقے سے پیار کرنا چاہئے۔اس کے طفیل الحمدللہ ہمیں اللہ نے بہت نوازا۔الحمد لله۔پتا نہیں ہم بھی کہاں کہاں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوتے۔بس اللہ میاں کی عطائیں ہیں۔جسے جو چاہے، جب چاہے، جتنا چاہے، دے دے۔وہ اللہ ہے۔اپنی مرضی کا مالک ہے۔

حلقے کو یاد کیا کریں۔حلقے سے پیار کیا کریں، حلقے کی تعلیم پر عمل کریں۔حلقے کو یاد کرنا، حلقے سے پیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حلقے کی تعلیم پر عمل کریں۔وہ تعلیم جو انصاری صاحبؒ کا خاصا ہے۔اس میں خاصا دیا ہے۔اس میں آج تک کوئی نئی چیز کا اختراع نہیں کر سکا۔اس میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کر سکا۔کوئی نئی چیز نہیں آئی۔اللہ کے فضل سے مکمل تعلیم ہے اور آپؒ کا دعویٰ ہے کہ میری تعلیم وہ ہے جو حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ کو دی تھی۔ایسی ویسی تعلیم نہیں ہے۔یہ وہی تعلیم ہے جس سے صحابہ کی وہ جماعت جو خیر الامت کہلائی اور رضی الله عنه اور رضوا عنه کا خطاب پایا۔یہ وہی تعلیم ہے۔اگر ہم لوگ عمل کریں، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم عمل کریں تو ان شاء الله ہم بھی اُن میں شامل ہو سکتے ہیں۔بات تعلیم کی ہے اور تعلیم پر عمل کی ہے کیونکہ عمل کے بغیر انسان ادھورا ہے۔اس کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔جو مرضی ہے، جتنا مرضی ہے خوبصورت ہوں، جتنے مرضی ہم دانا ہوں،

عاقل بالغ ہوں، سب کچھ ہوں لیکن اگر ہم اپنے ٹارگٹ کے لئے، جو تعلیم کا مشن دیا ہوا ہے، اُس پر ہم عمل نہیں کرتے تو یہ ساری ہماری دانائیاں، اور یہ سب بیکار ہیں۔ میری دعا ہے کہ ہم سب کو اللہ میاں عامل بنائے اور وہی ہے جیسے اقبال نے کہا ہے کہ

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

یہ عمل پیہم جو ہے یہ بہت ضروری ہے۔ یہ شمشیروں میں سے ایک شمشیر ہے۔

جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مسلسل عمل اپنے ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے آپ کو جس ہتھیار کی ضرورت ہے اس میں یہ ایک مکمل ہتھیار ہے اور یہ سب سے مکمل اور موثر ہتھیار ہے۔ اس کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ عمل کرو تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔

☆ سلوک میں اپنی کوشش اور اللہ کے فضل کی بات ہوئی تو فرمایا:

انسان کا اپنا بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ اللہ میاں نے ایسے ہی آپ کو اشرف المخلوقات نہیں بنا دیا۔ آپ کو اللہ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس کو بروئے کار لانا آپ کا کام ہے۔ وہ عمل سے ہوگا۔ عمل کریں گے تو سارا کچھ (Update) ہوتا رہے گا، کچھ ایسی بات نہیں۔ انسان ویسا نہیں ہے۔ انسان بڑی چیز ہے۔ اللہ میاں نے بڑا مقام دیا ہے۔ اللہ میاں نے اسے خاص اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اس کی افادیت آپ دیکھیں کہ اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ باقی چیزیں تو کن فیکون کہنے سے بن گئیں لیکن انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اس کی خاطر اس نے ابلیس متکبر کو قیامت تک کے لئے ذلیل کر دیا کہ جاؤ تم نے میری بات

نہیں مانی، میرے سامنے تم نے اسے سجدہ نہیں کیا تو تم جاؤ، تم راندۂ درگاہ ہو۔

☆ خوابوں سے متعلق سوال کیا گیا کہ خواب میں دیکھی جانے والی باتیں کس حد تک درست ہوتی ہیں؟ اس پر فرمایا:

خواب کو خواب ہی سمجھیں۔ سچی جو خوابیں ہیں وہ صرف انبیاء کو آتی تھیں۔ آپ جیسے جو نیک لوگ ہیں انہیں بھی اگر کچھ نظر آتا ہے تو اس میں اچھائیاں بھی ہوتی ہیں اور سچائیاں بھی ہوتی ہیں۔ جس سے تعلق زیادہ ہو، پیار زیادہ ہو تو ایسے ہی لوگ خواب میں آجاتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ان باتوں سے یا اس ملاقات کے دوران ان کا رویہ کیا ہے اسی سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے یا اس میں کوئی خاص بات ہے۔ لیکن یہ ہے کہ اس کو اتنی وقعت نہ دیں۔ یہ اچھا بھی ہے۔ اچھے لوگوں کو خوابیں نظر آتی ہیں لیکن اس کے پیچھے نہ پڑیں کوئی نظر آئے تو بھی ٹھیک ہے اور کوئی نظر نہ آئے تو بھی ٹھیک ہے۔

☆ رمضان المبارک میں افطاریوں کی بات چلی تو اس پر فرمایا:

یہ ویسے ہی پچھلے تین چار سالوں سے ہم نے شروع کیا تھا تو بڑا کامیاب رہا ہے۔ لوگ بھی بڑے خوشی سے ٹائم نکالتے ہیں، کھاتے پیتے بھی ہیں، کھلاتے پلاتے بھی ہیں اور یہ جو ہفتہ وار حلقے کی چھٹی دی ہوئی ہے اس کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ ہفتے میں ایک دفعہ کی بجائے دو، دو اور تین تین دفعہ ملاقات ہو جاتی ہے۔ آپ کو یہ تو پتا ہی ہے ناں کہ توحیدی جب آپس میں ملتے ہیں تو ایسے ہی نہیں ملتے۔ وہاں الحمدللہ اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ یہ الحمدللہ بہت اچھا ہے اور پھر جو افطاری کراتا ہے اس کا اُسے جو ثواب ملتا ہے وہ

کتابوں میں ہے،اس کا اندازہ لگائیں تو آدمی کو کتنے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔یہ اللہ میاں کا خاص کرم ہے۔ہمارے بھائیوں نے یہ شروع کیا ہے۔

☆ فطرانہ سے متعلق سوال ہوا کہ کتنے پیسے ادا کرنے چاہئیں،اس کا کیا حکم ہے؟اس کے جواب میں فرمایا:

اس کی ایک شرعی حد ہے۔ مکے سے اسلام شروع ہوا۔وہاں جو ہوتے تھے، کھجوریں ہوتی تھیں،گندم،آٹا ہوتا تھا اور یہی چیزیں ہوتی تھیں تو انہی کے متعلق اللہ میاں نے فیصلہ دیا ہے۔گندم کیونکہ خالص آٹا ہوتا ہے اس لئے وہ سوا سیر، اور جو گندم کے مقابلے میں آدھا ہو جاتا ہے اس لئے وہ ڈھائی، کھجوریں آدھی ہو جاتی ہیں تو وہ بھی ڈھائی۔یہ پیمانہ شرعی فقہاء نے بتایا ہے کہ یہ ہر اس پر حق ہے کہ وہ بچہ جو عید کی رات کو پیدا ہوا ہو اس کے لئے بھی فطرانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔یہ عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ یہ قول ہے کہ جو رمضان شریف کے اعمال ہیں وہ رستے میں رہتے ہیں، لٹکے رہتے ہیں،اللہ کے پاس نہیں پہنچتے۔

باقی یہ کشمش،بادام اور یہ جو چیزیں ہیں یہ علماء نے نکالی ہیں،پتا نہیں اُنہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ جو زیادہ کھاتے پیتے لوگ ہیں وہ کچھ خرچے میں پڑیں،وہ مہنگے میں پڑیں،یا ممکن ہے کسی جگہ یہ بات ہو کہ کشمش ہی ہو تو کشمش ہی دے دیا کریں۔اس لئے مجھے اس کے متعلق تفصیل سے نہیں پتا۔علماء اور اس میں دو قسم کے لوگ ہیں۔یا تو علماء نے اگر یہ بات کی ہو تو دوسری طرف میری طرح لوگ بھی ہیں وہ افطاری چونکہ خود لیتے ہوتے ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس مہنگی سے مہنگی چیز آئے۔اس بات کو برا مت ماننا،میری طرح بھی

لوگ ہیں، سارے آپ کی طرح نہیں ہیں۔

یہ تقریباً ڈیڑھ سو روپے کا ایک کلو آٹا تو بنتا ہے۔ بس یہی دیتے ہیں۔ کوئی لوگ یہ شک شبہ مٹانے کے لئے کچھ زیادہ دے دیتے ہیں، یہ اچھے لوگ ہیں، زیادہ دیتے ہیں کہ یہ فطرانہ ہے، فطر ہے، صدقہ ہے، جتنا زیادہ دے دیں اتنا ہی اچھا ہے لیکن جو اللہ میاں نے مقرر کیا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ اگر یہی دے دیا تو آپ فارغ ہو جائیں گے اور گرفت سے بچ جائیں گے۔

بنیادی طور سے اولاد کا فطرانہ دینا سارا ماں باپ کے ذمہ ہے لیکن اولاد جب جوان ہو جائے، بڑی ہو جائے تو اپنا خود دیتے ہیں ورنہ یہ اپنی اولاد کا فطرانہ دینا ماں باپ کے ذمہ ہے۔

☆ افطاریوں کی بات سے بات آگے نکلی تو بات کچھ مزاح کی طرف آئی، حلقۂ حیدیہ ملتان کی تعریف میں فرمایا:

کھلانے پلانے والا کام جتنا ملتان والے کرتے ہیں اتنا اور کوئی بھی نہیں کرتا۔ سرگودھا میں جو لوگ ہیں وہاں سے جو ہمیں کنوں مالٹے ملنے چاہئیں وہ نہیں ملتے۔ یہ سرگودھا والے بیٹھے سن رہے ہیں۔ (ایک بھائی کا نام لیا جو سرگودھا سے تھے) ملتان والے جو ہیں یہ آم ضرور دیتے ہیں۔

ایک بھائی نے کہا کہ یہ تو چکوال سے ہیں، ان سے مونگ پھلی مانگیں تو اس پر فرمایا:
یہ پتا نہیں کہاں کہاں رہے۔ یہ ہرجائی ہے۔

بھائی نے کہا کہ بابا جان، پوائنٹ نوٹ کرلیا ہے۔تو فرمایا: ہاں پوائنٹ نوٹ کریں۔چکوال میں مونگ پھلیاں بہت اچھی ہوتی ہیں، پہلوان کی ریوڑیاں وہاں ہوتی ہیں ،یہ کہاں ہیں؟ ہمیں کہاں ملیں؟ کب ملیں؟

بھائی نے فوراً کہا کہ حکم کی تعمیل ہوگی۔اس پر فرمایا: ہاں اس میٹنگ کا ایک فائدہ یہ ہوگیا۔الامان والحفیظ۔

☆ سورۃ یوسف کی بات چلی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو جیسے حالات کا پہلے سے اندازہ ہو، جوخدشات ظاہر کیے ویسے ہوتا گیا۔اس پر آپ نے فرمایا:

نبی کی فراست کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں؟ انہوں نے اُس وقت بھی کہا کہ

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ. (سورۃ یوسف۱۲: آیت ۶۴)

اللہ ہی ہے میرا حافظ و ناصر آپ نہیں ہیں۔آپ چھوڑیں۔پہلے بھی آپ نے یہ کیا تھا اب آپ کیا کریں گے۔یہ ساری باتیں مجھے پتا ہیں کہ آپ کریں جو مرضی ہے کرتے رہیں۔وہ پکی بات کرتے تھے ایسے کہ سب کو پتا چلتا تھا۔آدمی غور کرے تو ایسے ہی لگتا ہے کہ جیسے انہیں سب پتا ہے۔

یوسفؑ کو بھی کہہ دیا کہ اپنے بھائیوں سے یہ مت کہنا۔خبردار! خاموش رہنا، شیطان ہمارا صریح دشمن ہے وہ کہیں گمراہ نہ کردے۔اُنہیں بھی پہلے ہی بتادیا تھا۔

ایک بزرگ بھائی نے کہا کہ یہ بھی تو ہے کہ نبی اپنی طرف سے تو بات بھی نہیں کرتا۔اس پر فرمایا:

ہمیں تو قرآن نے یہی بتایا ہے۔آپ سرکار ﷺ کے متعلق تو یہی بتایا ہے کہ وہ

اپنے آپ سے کچھ نہیں کہتے، جب تک کہ اُنہیں ہدایت نہ ملے۔سبحان اللہ۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ جو کہتے کہ قرآن کو اپنے آپ سے بناتے ہیں تو ان سب کے منہ بند ہو گئے۔ وہ تو کہتا ہے کہ قرآن کو چھوڑو وہ تو جو بات کرتا ہے وہ بھی میری بات ہوتی ہے۔

ایک بزرگ بھائی نے کہا کہ جب یوسفؑ کو پتا چلا کہ میرے والد کی بینائی چلی گئی ہے تو انہوں نے اپنی قمیض بھیجی۔اس پر آپ نے فرمایا:

اس بات پر ریسرچ بھی ہوا ہے، یہ پتا نہیں کہ اس میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں کہ قمیض جو بھیجی تو اس میں کوئی پسینہ وغیرہ ہوگا تو پسینے میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ اس سے اندھی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔اس پر ریسرچ ہوا ہے، مجھے آگے اس کے نتائج کا پتا نہیں ہے لیکن یہ پتا ہے کہ اس پر ریسرچ ہوا ہے۔اللہ میاں جس چیز سے کام لینا چاہے وہ لے لیتا ہے ورنہ وہ قمیض کیا تھی؟ دے دی کہ جاؤ میرے والد کی آنکھوں کو لگاؤ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ آخر وہ بھی اللہ کے نبی تھے۔اُنہوں نے جو فرمایا وہ اللہ میاں نے کر دیا۔

ایک بھائی نے کہا کہ شروع سے آخر تک بڑا ہی جذباتی سا منظر ہے۔اس پر فرمایا:

وہ جو زلیخا کا حملہ تھا اس میں بچانے والا کون تھا؟ ایک طرف زلیخا تھی تو دوسری طرف اللہ میاں سامنے تھا کہ خبردار! اگر کوئی حرکت کردی تو تم گئے۔ادھر اللہ تھا تو وہ کیسے کچھ کر سکتے تھے؟ یہ ساری باتیں ایسے ہیں کہ اللہ میاں جن کو اپناتا ہے ان کا پورا پورا پیچھا بھی کرتا ہے، چھوڑتا نہیں ہے۔میں نے تمہیں قابو کرلیا ہے، اب تم کہیں نہیں جاسکتے۔

یوسفؑ کی یعقوبؑ کو خوشبو آنے کی بات ہوئی تو فرمایا:

ہاں جی۔اگر آپ مجھے دیوانہ نہ سمجھیں تو میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مجھے یوسف

کی خوشبو آرہی ہے۔دوسری طرف وہ بیٹے کہہ رہے ہیں کہ آپ ہمیشہ سے ایسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں۔جب سے یوسف گیا ہے آپ ایسے ہی ہیں۔ان کو یہ جواب ملنا ہی تھا کہ قافلہ پہنچ آیا۔کیسے یہ سارا کچھ اللہ میاں نے کیا۔

☆ کسانوں کی پریشانی کی بات ہوئی تو فرمایا:

کسان تو چاہتے ہیں کہ گندم کی قیمت زیادہ ہو ادھر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا؟ اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں۔کھاد زیادہ، ڈیزل اتنا مہنگا، ٹریکٹر استعمال ہونا یا ٹیوب ویل چلانا، اس کے لئے ڈیزل اتنا مہنگا، کھادیں اتنی مہنگی، بیج اتنے مہنگے۔ہم نے تو یہ سارا ملک وقوم کے لئے کیا ہے کہ قوم خود کفیل ہو جائے، اس کی سزا ہمیں یہ ملے کہ ہمیں اپنا خرچہ بھی نہ لوٹایا جائے تو یہ زیادتی ہوگی۔اب اس پر کراچی والوں نے اور سندھ والوں نے کوئی چار ہزار روپے من کا فیصلہ کرلیا ہے لیکن یہاں پر لوگ ابھی تک شش و پنج میں پڑے ہیں کہ کیا کریں؟ وہ بھی سچے ہیں اگر ہم اس سے کم کرتے ہیں تو یہ مرتے ہیں اور پورے کرتے ہیں تو اصولاً جتنی ہمیں ضرورت ہے اس کے مطابق ہم سستی بیچیں تو کیا کریں۔یہ شش و پنج میں ہیں کہ کیا کریں۔اب اگر ہم لوگ کھانے والے کسانوں کا خیال کریں تو پھر تو قربانی دینی پڑے گی کیونکہ اگلے سال وہ کاشت نہیں کریں گے تو پھر ہم پیٹتے پھریں گے کہ گندم ہمارے پاس نہیں ہے پھر اس سے زیادہ مہنگی خریدنی پڑے گی۔

بھائی نے گندم امپورٹ سے متعلق بات کی تو فرمایا:

حکومت کو اپنے کسانوں کو ریٹ دینا چاہئے۔اب دیکھو ناں کہ جو دور اندیش لوگ

ہیں، دنیا دار اور واقعی Planner ہیں، انڈیا والے آپ اندازہ لگائیں کہ ٹیوب ویل چلانے کے لئے بجلی فری دیتے ہیں، بیج فری دیتے ہیں، کھادیں فری دیتے ہیں، بوڑھے کسانوں کو ویسے پنشن ملتی ہے جیسے کہ Old age benefit ملتا ہے۔ مزدوروں کو بھی پنشن ملتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ ان کا پنجاب جو ہمارے پنجاب جیسا ہی ہے وہاں چار چار اور پانچ پانچ فصلیں دے کے وہ لوگ پورے ایک ارب آبادی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ وہ کما کے دے دیتے ہیں تو یہ سارا حکومت کو ہی فائدہ ہوتا ہے۔ اگر وہ فری بجلی اور بیج دیتے ہیں تو انکم تو یہ پھر حکومت کو ملی، سارے پبلک کو کھلا رہے ہیں، مزے سے سب کر رہے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو آپ کو بھی سبزیاں دینے کو تیار ہیں، گندم دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان کی Planning ہے۔ انہوں نے شروع سے ہمیں بھی رگڑ کے رکھ دیا ہے۔ ہم سے سارا پانی لے لیا ہے اور ہم صرف اللہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ بارش ہو جائے تو آپ کی فصل ہو جائے گی، نہیں ہے تو نہیں ہوگی، مزے کرو۔

میں نے ایوب خان کی وہ تقریر سنی تھی جس میں اس نے کہا تھا کہ ہمیں اتنی قیمت پر ہمارے جو بزرگ پیشرو تھے سیاستدان وہ انہیں تین ارب ڈالر میں پانی بیچ رہے تھے، میں نے وہ نہیں دیا تو میں نے تین سو ارب ڈالر میں وہ بیچ دیا ہے، میں نے وہ بیچ دیا ہے۔ وہ تین سو ارب ڈالر انہوں نے Multiply کر کے نہ جانے کتنے کھرب کما لئے، تم بیٹھے رہو اور پانی کی بوند بوند کو ترستے رہو۔ میں نے اس کی یہ تقریر کراچی میں سنی تھی۔ ■

(آن لائن محفل مورخہ ۱۰ اپریل ۲۰۲۴ء کی گفتگو سے اقتباسات)

روداد سالانہ کنونشن ۲۰۲۵ء

(۱۷ تا ۱۹ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک تا اتوار)

(سید رحمت اللہ شاہ)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ کنونشن کے بارے میں یہ طے تھا کہ اس سال بھی یہ رمضان المبارک اور عید کی مصروفیات کے پیش نظر ماہ اپریل کی بجائے ماہ اکتوبر میں ہوگا۔ کنونشن کی تاریخوں کا اعلان اور اس کے لئے تیاریاں دو ماہ پہلے سے شروع ہو چکی تھیں۔ کچھ سالوں بعد سالانہ کنونشن سے پہلے ہی مرکز تعمیر ملت پہنچنے اور کنونشن کی تیاریوں کو آخری مراحل میں دیکھنے کا موقع ملا۔ مرکز تعمیر ملت پر ماجد محمود صاحب کے ساتھ گوجرانوالہ، نوکھر اور گکھڑ کے حلقہ جات سے مریدین سلسلہ تیاریوں میں متحرک نظر آئے۔ چوک اعظم سے خادم حلقہ رضوان صاحب اپنے ایک ہمنوا کے ساتھ ایک روز پہلے ہی مرکز تعمیر ملت تشریف لائے اور انتظامی معاملات میں حصہ لیا۔ خاص طور پر نوکھر سے سید قیصر شاہ کی خدمات کنونشن کی تیاریوں کی شروعات سے کنونشن کے اختتام تک قابل ستائش تھیں۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کنونشن کی تیاریوں میں عملی طور پر خاصے مصروف نظر آئے۔

مرکز تعمیر ملت پر اجتماع گاہ کی چوڑائی میں بڑھتی ہوئی حاضری اور مریدین سلسلہ کی سہولت کے پیش نظر بارہ فٹ اضافہ کیا گیا تھا۔ رات کو بھائیوں کے آرام اور سہولت کی خاطر طعام گاہ کو اضافی انتظامات سے آرام گاہ میں تبدیل کیا گیا۔ تمام انتظامی امور مریدین سلسلہ

کی آمد سے پہلے مکمل ہو چکے تھے ۔مریدین سلسلہ کی آمد کا سلسلہ گروہ در گروہ رات ایک بجے شروع ہوا۔ پہلا قافلہ شجاع آباد حلقہ سے جناب محمد علی شاہ صاحب کے ساتھ پہنچا، جس کے بعد دیگر مریدین سلسلہ شجاع آباد، ملتان، چوک اعظم، فتح پور کے حلقہ جات سے قافلہ در قافلہ نماز فجر تک پہنچ چکے تھے۔نماز فجر باجماعت اجتماع گاہ میں ادا ہوئی، نماز فجر کے بعد بھائیوں نے قرآن خوانی میں شرکت کی اور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب سے ملاقات کی ،قبلہ بابا جان نے بھائیوں کو خوش آمدید کہا۔ بھائیوں نے صبح آٹھ بجے ناشتہ تک آرام کیا۔

قرب و جوار کے حلقہ جات سے مریدین سلسلہ کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ سالانہ کنونشن کا پروگرام اجتماع گاہ کے باہر آویزاں کیا گیا تھا جس کے مطابق ایک اجلاس صبح دس بجے سے بارہ بجے دوپہر تک نئے مریدین سلسلہ کی تربیت کے لئے مخصوص تھا۔ اسلام آباد سے جناب غلام مرتضٰی صاحب اور ملتان سے جناب خالد محمود بخاری صاحب نے اس اجلاس کو چلانا تھا۔ جناب خالد محمود بخاری صاحب نے اپنی صحت کی خرابی کے پیش نظر اس اجلاس میں بیٹھنے سے معذرت کی جن کی جگہ گوجرانوالہ سے جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب سٹیج پر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب کے ساتھ بیٹھے۔ یہ اجلاس ٹھیک دس بجے صبح شروع ہوا۔تلاوت قرآن پاک کی سعادت ملتان سے جناب محمد اسامہ اسد صاحب اور نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت ملتان سے محمد اکرم صاحب نے حاصل کی ۔مریدین سلسلہ میں جن بھائیوں کو اپنے تاثرات کے لئے بلایا گیا ان میں خادم حلقہ توحیدیہ بستی دین پور ملتان جناب محمد کاشف صاحب، ملتان سے جناب عبدالوحید صاحب، ملتان سے جناب اسامہ اسد

صاحب، گوجرانوالہ سے جناب محمد بلال خان صاحب، ملتان سے جناب محمد اکرم صاحب، شجاع آباد سے جناب محمد علی شاہ صاحب،اور گکھڑ سے جناب محمد اعجاز صاحب کے نام آتے ہیں دوپہر بارہ بجے پہلا اجلاس اختتام پذیر ہوا، تمام شرکاء کو نماز جمعہ کی تیاری کا وقت دیا گیا۔ ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ کی اذان اور ایک بجے نماز جمعہ ہوئی ۔ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے نماز جمعہ کا خطبہ و امامت کی ۔ڈیڑھ بجے دوپہر کا کھانا اور اس کے بعد نمازِ عصر تک آپس میں گپ شپ اور آرام کا وقفہ ہوا۔

شام ساڑھے تین بجے اذانِ عصر، پونے چار بجے نمازِ عصر اور اس کے بعد سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ کنونشن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب کے ساتھ اسلام آباد سے جناب غلام مرتضٰی صاحب اور گوجرانوالہ سے جناب شفیق احمد صاحب سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے تلاوت قرآن پاک اور گوجرانوالہ سے جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب نے اجتماعی درود شریف کی سعادت حاصل کی ۔ خادم حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ جناب محمد ریاض صاحب نے سالانہ کنونشن پر انتظامی امور کے ذمہ دار کے طور پر خطبہ استقبالیہ دیا۔ملتان سے جناب محمد قاسم صاحب توحیدی نے اظہار خیال کیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے گزشتہ سال وفات پا جانے والے احباب اور ان کے عزیز و اقارب کے درجات کی بلندی کے لئے دعا اور حاضرین اجتماع کے لئے دعائے خیر کی۔ ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے عارفانہ کلام پیش کیا۔نماز مغرب سے قبل شیرینی تقسیم ہوئی اور اجتماع گاہ سے باہر چائے کا انتظام کیا گیا۔

اذان ونماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر شجاع آباد سے جناب عابد کبیر شاہ صاحب نے کرایا ۔قبلہ بابا جان نے ایصال ثواب اور دعا کرائی ۔تمام شرکاء میں پانی دم کرکے تقسیم کیا گیا۔ اجتماع میں آنے والے قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سے ملتے رہے اور اپنے ساتھ آنے والے دوست احباب کو ملاتے رہے۔اذان ونماز عشاء کے بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے خادمان حلقہ اور مجازین سلسلہ کو ایک مختصر سی مشاورت کے لئے اکٹھا کیا۔اس مشاورت میں اگلی صبح مجلس مشاورت کا ایجنڈا زیر بحث آیا اور مرکز تعمیر ملت کے اثاثہ جات کے معاملات پر بات ہوئی ۔کنونشن کے دیگر شرکاء نے کھانا کھایا، چائے پی، گپ شپ میں مصروف رہے اور شب بسر کی ۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے بڑے صاحبزادے جناب خالد محمود ڈار صاحب اس روز اجتماع میں موجود رہے، مریدین سلسلہ کے ساتھ وقت گزارا اور کچھ مصروفیات کے پیش نظر اجازت لے کر رخصت ہوئے۔

سالانہ کنونشن کے دوسرے روز اذان ونماز فجر کے بعد قرآن خوانی ہوئی۔خادمان حلقہ اور مجازین کو مجلس مشاورت کے لئے سات بجے کا وقت دیا گیا۔ایک مختصر سے وقفہ کے بعد خادمان حلقہ اور مجازین مرکز تعمیر ملت کے ایک ہال میں مجلس مشاورت کے لئے جمع ہوئے۔آٹھ بجے دیگر بھائیوں کو ناشتہ کرایا گیا۔سالانہ کنونشن کا دوسرا اجلاس صبح دس بجے شروع ہوا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سٹیج پر تشریف فرما تھے، آپ کے ساتھ اسلام آباد سے جناب غلام مرتضیٰ صاحب اور گوجرانوالہ سے جناب شفیق احمد صاحب کو سٹیج پر بٹھایا گیا۔حلقہ توحیدیہ آدمکے چیمہ سے جناب حافظ عبدالجبار صاحب نے

تلاوت قرآن پاک اور ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے حمدیہ و نعتیہ کلام کی سعادت حاصل کی۔ برادران سلسلہ کی طرف سے اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس اجلاس میں جن بھائیوں نے اظہار خیال کیا ان میں اسلام آباد سے جناب عاطف رشید صاحب، وادی سون سکیسر سے جناب محمد ریاض صاحب، گوجرانوالہ سے جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب، فتح پور سے جناب محمد ندیم صاحب، چوک اعظم سے جناب محمد رضوان صاحب، ملتان سے جناب ثاقب سمیع صاحب، فیصل آباد سے جناب جنید احمد صاحب، اور راولپنڈی سے جناب ابرار احمد صاحب کے نام آتے ہیں۔ سوشل میڈیا ٹیم کی نمائندگی کرتے ہوئے ملتان سے جناب حمزہ اسد صاحب نے حاضرین اجتماع کو سوشل میڈیا کے حوالے سے اپنی کاوشوں سے مطلع کیا اور ان کی آگاہی کے لئے ایک مختصر سی نشست میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔ سوشل میڈیا ٹیم کی اس نشست کو اچھے الفاظ میں سراہا گیا۔ ساڑھے بارہ بجے نماز ظہر کی تیاری کے لئے وقفہ ہوا۔ اذان و نماز ظہر ادا ہوئی اور سہ پہر دو بجے کھانا اور بعد ازاں آرام کا وقفہ ہوا۔

نماز عصر کے لئے اذان سوا تین بجے، نماز ساڑھے تین بجے، اور اس کے بعد سالانہ کنونشن کا تیسرا اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ خطبہ پیش ہونا تھا۔ اجلاس کا آغاز ملتان سے حافظ عبدالکریم صاحب نے کیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے چھوٹے صاحبزادے بریگیڈیئر (ر) حامد محمود ڈار صاحب نماز عصر کے وقت سالانہ کنونشن میں شریک ہوئے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے جناب حامد محمود ڈار صاحب کو اپنے ساتھ سٹیج

پر بٹھایا اور سالانہ خطبہ دیا۔سالانہ خطبہ کے بعد دعا کرائی۔اس سالانہ کنونشن کے موقع پر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی وعظ ونصیحت کی محافل دو جلدوں پر محیط ایک کتاب کی صورت 'نقوشِ مہر ووفا' کے عنوان سے شائع ہوئی۔اس کتاب 'نقوشِ مہر ووفا' کی تقریب رونمائی ہوئی۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے چند کلمات ادا کیے اور اسے عوام الناس کے استفادہ کے لئے پیش کیا۔قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے اس کتاب کی دونوں جلدیں جناب حامد محمود ڈار صاحب کو پیش کیں۔ جناب حامد محمود ڈار صاحب کو کنونشن کے شرکاء سے خطاب کا موقع دیا گیا جس پر انہوں نے بہترین گفتگو کی۔ان کی شخصیت اور مریدین سلسلہ کے درمیان موجودگی سے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی یاد تازہ ہوئی۔شرکائے اجتماع کی شیرینی وچائے سے تواضع کی گئی۔

اذان ونمازِ مغرب کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر اسلام آباد سے جناب غلام مرتضیٰ صاحب نے کرایا،ختم شریف ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے پڑھا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے دعا کرائی،اور پانی دم کیا جو تمام شرکاء کو پلایا گیا۔ بیعت کی ایک نشست ہوئی جس میں اس سال بیعت ہونے والوں کو ان کے خادمان حلقہ کے ساتھ آگے بلایا گیا۔اس سال بیعت ہونے والوں میں شجاع آباد سے سید محسن شاہ،سید رحمت اللہ، ذوالقرنین،سید ماجد شاہ،ابوالحسن،سید محبّ اللہ شاہ،اور سید آفتاب عالم شاہ،کوجرانوالہ سے محمد عثمان اور عدیل شفیق،راولپنڈی سے محمد مشتاق جنجوعہ،اور گکھڑ سے

سجاد غنی شامل ہیں۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے ان بیعت ہونے والے بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے شیرینی کھلائی جو بعد میں دیگر مریدین میں بھی تقسیم ہوئی۔ اذان و نماز عشاء کے بعد کھانے پر بلایا گیا۔

سالانہ کنونشن کا آخری اجلاس محفل سماع پر مشتمل تھا۔ محفل سماع سے پہلے تمام حاضرین کو سماع کے آداب و دیگر ہدایات دی گئیں اور رات دس بجے محفل سماع کا آغاز ہوا جو صبح دو بجے تک جاری رہی۔ محفل سماع کے بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے سب کے ساتھ مل کر ترانۂ توحیدیہ پڑھا اور دعا کرائی۔ کنونشن کے شرکاء کو نماز فجر تک آرام کا وقت دیا گیا۔ اذان و نماز فجر کے بعد قرآن خوانی ہوئی۔ تمام شرکاء کو ناشتہ کرایا گیا۔ ناشتہ و چائے کے بعد مریدین سلسلہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سے رخصت ہوتے ہوئے ملاقاتوں کے لئے آتے رہے۔ قبلہ بابا جان اجتماع گاہ سے باہر لگائی گئی کرسیوں کے ایک بڑے دائرے میں بھائیوں کو رخصت کرنے کے لئے موجود رہے۔ نوجوان مریدین سلسلہ نے رخصت ہونے سے قبل چند انتظامی امور میں مقامی انتظامیہ کا بھرپور ساتھ دیا اور اجازت لے کر مرکز تعمیر ملت سے رخصت ہوئے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن لطف و سرور کے لحاظ سے مثالی رہا۔ کئی مریدین سلسلہ اور نئے آنے والے دوست احباب سے بہترین الفاظ میں تعریفیں سننے کو ملیں۔ سالانہ کنونشن کی صورت میں مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی سب سے بڑی سرگرمی اس سال بھی حسین یادیں بکھیرے تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اس حسین اجتماعیت اور اس کی ہر سرگرمی کو بہترین افادیت سے مستفیض فرمائے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین۔

جناب محمد عزیز عارف توحیدیؒ

(پیدائش: 20 نومبر 1951ء۔وفات: 15 نومبر 2025ء)

(سید رحمت اللہ شاہ)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سے ہفتہ وار آن لائن میٹنگ شروع ہی ہوئی تو انہوں نے اطلاع دی کہ راولپنڈی سے ہمارے بھائی عزیز عارف صاحب ہم میں نہیں رہے۔گزشتہ رات بقضائے الٰہی ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون. خبر ہی ایسی تھی محفل کا ماحول اداس ہوگیا۔جناب عزیز عارف صاحبؒ کے وصال کی اطلاع کے اس موقع پر قبلہ بابا جان نے مزید فرمایا: سب بھائی اپنے بھائی کے لئے دعا کریں۔ماشاء اللہ اچھا وقت گزارا ہے۔اچھے آدمی تھے.حلقے کے سرکردہ آدمیوں میں سے تھے،وہ ہمارے مجاز بھی تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ کے فضل و کرم سے پار ہو گئے ہیں،ٹھیک ہیں،خوش ہیں،مزے سے ہیں۔دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ٹھیک ہیں الحمدللہ۔

جناب محمد عزیز عارف صاحبؒ کی شخصیت بہت سی خوبیوں کا مرقع تھی۔ظاہر میں آپؒ ایک دراز قد،کڑک دار آواز،اور اچھی وضع قطع کی حامل شخصیت تھے۔گفتگو میں خوب روانی،لب ولہجہ میں محبت کا رنگ،اور انداز گفتگو دل موہ لینے والا تھا۔آپؒ جس موضوع پر بھی بات کرتے صاف گوئی،بیبا کی اور بڑا واضح نقطہ نظر سننے والوں کو خوب متاثر کرتا۔توحیدیہ تعلیمات پر ساری زندگی عامل رہے،ہمیشہ فکری ونظریاتی حوالے سے بڑی واضح سوچ رکھی، کبھی توحیدیہ تعلیمات میں کسی قلبی و ذہنی کشمکش کا شکار نظر نہیں آئے۔ہمیشہ بڑا واضح موقف

اختیار کرتے۔قوت فیصلہ خوب تھی، جس سوچ،فکر یا راہ کا تعین کرتے اس میں مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کا ملکہ حاصل تھا۔

حال ہی میں بیعت ہوکر سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شامل ہونے والے بھائیوں اور ایک عام قاری کے لئے آپؒ کا مختصر ترین تعارف یہ ہے کہ آپؒ کا آبائی علاقہ کشمیر تھا،تعلیم کے لئے راولپنڈی آئے ،اس کے بعد گلبرگ لاہور میں رہائش پذیر ہوئے ۔ 1971ء سے 1997ء تک پاک فضائیہ میں خدمات سرانجام دیں ۔دوران ملازمت کویت بھی کچھ سال پاک فضائیہ کی طرف سے خدمات سرانجام دیں ۔بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ہاتھ پر براہ راست بیعت کر کے سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے ۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کے دور میں آستانہ عالیہ توحیدیہ ہی لاہور میں آپؒ کا گھر اور یہاں کے سب مکین آپؒ کے فیملی ممبر تھے۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور راولپنڈی شہر کو پاک فضائیہ کی ملازمت کے بعد اپنا مسکن بنایا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے آپؒ کو اپنا روحانی مجاز مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری فرمایا اور آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مجازین میں شامل ہوئے ۔آپؒ تا وقت وصال سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سرکردہ اور فعال لوگوں میں شامل رہے ۔ہمیشہ سالانہ کنونشن پر آپؒ کی گفتگو سننے کو ملتی ۔مجلّہ فلاح آدمیت میں آپؒ کے کئی مضامین شائع ہوئے ۔مجلّہ فلاح آدمیت کی جنوری 2024ء کے شمارہ میں آپؒ کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون بعنوان ' کچھ یادیں ، کچھ باتیں' شائع ہوا جو آپؒ نے ادارہ مجلّہ فلاح آدمیت کی طرف سے خصوصی درخواست پر تحریر کیا۔

نشیب وفراز ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہیں۔ آپؒ کی زندگی میں بھی خاصے

نشیب وفراز آئے۔قریبی دوست احباب حالات وواقعات سے خوب آگاہ اور شاہد ہیں کہ حالات جیسے بھی آئے کبھی زبان پر اللہ کا شکوہ نہیں آیا۔ زندگی میں بہت سی تکلیفیں اور پریشانیاں دیکھیں، اعصاب شکن حالات نے آئے روز آن گھیرا لیکن آپؒ خوش نظر آئے۔ حالات وواقعات جانی ہوں یا مالی خاصے آزمائشی بنتے رہے لیکن آپؒ کی ذات میں اللہ پر توکل کی صفت خوب نظر آئی۔شخصیت میں ایسا ڈسپلن تھا کہ کبھی ناخوش نظر نہیں آئے۔ اعصاب کی مضبوطی کمال درجہ تھی۔بدترین حالات میں بھی بڑے مطمئن اور حوصلہ مند رہے۔ حالات زندگی پر صبر اور زندگی کی تلخیوں کو برداشت کرنے کا انداز بالکل ویسا تھا جیسا بانیٔ سلسلہ انصاری صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے یا قبلہ ڈار صاحبؒ اکثر فرماتے رہے کہ ان تکلیفوں اور پریشانیوں پر مزہ آنے لگتا ہے کہ جیسے یہ میرے رب کی طرف سے میرے لئے انعام و اکرام ہوں۔اپنی ذات میں انسان بڑا کچھ برداشت کر جاتا ہے لیکن اپنے اہل وعیال کو ایسے حالات میں دیکھنا بڑے بڑوں کو مات دیتا ہے۔آپؒ کی اکلوتی صاحبزادی نے آپؒ کی زندگی کے تلخ حالات وواقعات کا بڑا حصہ آپؒ کے ساتھ گزارا اور وفات سے کچھ سال پہلے اپنے گھر آباد ہوئیں۔اللہ تعالیٰ انہیں آپؒ کی وفات پر صبر عطا فرمائے،ان پر ہمیشہ اپنا خاص فضل وکرم فرمائے رکھے۔آمین۔

آپؒ زندگی کے آخری سالوں میں جن آزمائشوں سے گزرے ان میں ٹانگ کا ٹوٹ جانا، اس کے بعد فالج کا حملہ اور قوت گویائی کا ختم ہو جانا شامل ہیں۔ان حالات میں بھی آپؒ کبھی کمزور یا دل گرفتہ نہیں ہوئے۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے بے حد محبت تھی اور اپنے پیر بھائیوں کو دل و جان سے عزیز رکھا۔ ہمیشہ حلقہ ذکر میں شرکت کی کوشش کرتے رہے۔ چلنے پھرنے میں مسائل ہیں لیکن حلقہ ذکر میں شمولیت آپؒ کے ذوق وشوق کا آئینہ دار ہے۔

صحت کے حالات پریشان کن ہیں لیکن فون پر بات جب بھی ہوئی ہر طرح تر و تازگی نظر آئی۔ قوت گویائی ختم ہے، بات صرف لکھ کر کرنے کے قابل ہیں لیکن پیر بھائیوں سے سلام و پیام کا سلسلہ تا وقت وفات منقطع نہیں ہوا۔ موبائل پر دعائیہ کلمات کے پیغامات کا تبادلہ راقم سمیت کئی بھائیوں سے مسلسل رہا۔ ذکر اذکار کے معاملات میں پختگی کو بیماری بھی ختم نہ کر پائی۔ آخر ایام میں الفاظ ادا نہیں کر پاتے تھے لیکن اللہ کا نام اور ذکر نفی اثبات کر سکتے تھے۔ ان حالات میں بھی جو پیر بھائی مزاج پرسی کے لئے گئے انہیں آپؒ سے ہی حوصلہ ملا۔ الحمدللہ۔ یہ آن، بان اور شان آج کے دور میں صرف اور صرف کسی توحیدی کی ہو سکتی ہے، کسی انصاری صاحبؒ کے مرید کی ہو سکتی ہے، کسی دوسرے کی ہرگز نہیں۔ باتیں بہت سی ہیں لیکن آپؒ کے حالات و واقعات کے جو شواہد ہیں ان کے مطابق بات یہی سمجھ آتی ہے کہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

صحت کے مسائل کے باوجود زندگی معمول پر تھی۔ وفات سے دو روز قبل کھانا پینا کم کر دیا۔ 13 نومبر کی شام قے میں خون کے آثار تھے تو سی ایم ایچ راولپنڈی لے جایا گیا جہاں داخل کر لیا گیا۔ علاج شروع ہوا، جوں جوں وقت گزرا آپؒ زندگی سے دور ہوتے گئے اور 15 نومبر کی رات ساڑھے گیارہ بجے کے بعد جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعون۔ وفات کی وجہ ڈینگی وائرس بتایا گیا جس کے کوئی آثار آپؒ میں نظر نہیں آئے اور نہ ہی آپؒ کو بخار رہا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

مومنین سے محبت کی علامات

(شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ)

بہت سے امور ہیں جو مسلمانوں سے محبت کی علامت قرار پاتے ہیں۔ان میں بعض درج ذیل ہیں۔

(۱)سرزمین کفر کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں کی طرف منتقل ہونا

ہجرت کا معنی ہے: اپنے دین کی سلامتی اور تحفظ کی خاطر کفار کی سرزمین کو چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں میں منتقل ہو جانا۔ یہ ہجرت جس میں یہ عظیم الشان مقصد کارفرما ہے تا قیامِ قیامت باقی ہے اور واجب بھی۔

نبی نے ہر اس شخص سے براءت اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جو مشرکین کے درمیان مقیم ہے۔لہذا ایک مسلمان پر کفار کی سرزمین میں رہنا حرام ہے،الا یہ کہ وہ ہجرت کی طاقت نہ رکھتا ہو یا پھر اس کے سرزمین کفر میں رہنے کی کوئی دینی مصلحت ہو۔مثلاً: دعوت الی اللہ،یا تبلیغِ دین وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ:(جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں، کہ تم کس حال میں تھے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کا ملک فراخ نہیں تھا، کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی راستہ جانتے ہیں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسوں کو

معاف کر دے،اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔)(النساء:۹۷تا۹۹)

(۲)مسلمانوں کے ساتھ حسن تعاون

مسلمانوں کی مدد اوران کی دینی و دنیاوی ضروریات میں جان و مال اور زبان کے ساتھ معاونت بھی محبت کی ایک نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ:(اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔)(التوبۃ:۷۱)

اور فرمایا:۔

ترجمہ:(اور اگر وہ تم سے دین میں مد د طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب ہے الا یہ کہ وہ ایسی قوم کے خلاف مدد طلب کریں جس کا تمہارے ساتھ کوئی معاہدہ ہے) (الانفال:۷۲)

(۳)مسلمانوں کی تکلیف پر غمزدہ ہونا اور انکی خوشی پر خوش ہونا

یہ بھی باہم اور الفت کی ایک زبردست نشانی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:۔

ترجمہ:(باہمی الفت ومحبت اور دوستی وشفقت کے لحاظ سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتو سارا جسم بخار زدہ اور بیدار رہ کر اس تکلیف کا اظہار کرتا ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

(ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی مانند ہے،جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے یہ مثال سمجھائی۔)

(۴) جذبہء خیر خواہی

مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ان کے لئے ہر قسم کی بھلائی چاہنا اور ہر قسم کی دھوکہ دہی اور مکرو فریب سے گریز کرنا بھی ان کے ساتھ محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)

نیز فرمایا:۔

ترجمہ: (ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اسے حقیر سمجھتا ہے اور نہ ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے تکلیفوں کا نشانہ بننے کے لئے چھوڑتا ہے۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔)

ایک اور حدیث میں فرمایا:۔

ترجمہ: (آپس میں بغض نہ کرو، باہمی دشمنی نہ کرو، ایک دوسرے کے سودے کو بگاڑنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے کے سودے پر اپنا سودا قائم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ)

(۵) عزت واحترام کی فضاء

مسلم معاشرہ میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کا احترام اور عزت وتوقیر بجالانا نیز تذلیل وتوہین اور عیب جوئی سے گریز کرنا باہمی محبت کی واضح دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ اے اہل ایمان! بدگمانی کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے، (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈر رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔) (الحجرات: ۱۱،۱۲)

(۶) ہر حال میں وفاداری:

مسلمانوں سے محبت اور دوستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہر حال میں ان کے ساتھ رہے خواہ تنگی ہو یا آسانی، سختی ہو یا نرمی، صرف آسانی اور نرمی کی حالت میں ساتھ دینا اور سختی اور تکلیف کی حالت میں ساتھ چھوڑ دینا تو منافقین کا شیوہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: (جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں، اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے، اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھوں) سے بچایا نہیں۔ تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔) (النساء: ۱۴۱)

(۷) زیارتوں اور ملاقاتوں کا تسلسل

مسلمانوں کا ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہنا، ملاقات کی چاہت رکھنا، اور

مل جل کر بیٹھنے کا شوق رکھنا، باہمی محبت کی دلیل ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (محض میری رضا کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایک آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لئے نکلا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بٹھادیا جو اس کا انتظار کر رہا تھا (جب وہ شخص وہاں پہنچا) تو اس فرشتے نے سوال کیا، کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے اپنے بھائی کو ملنے جا رہا ہوں، فرشتے نے کہا کیا تمہارا کوئی اس پر احسان ہے، جس کا بدلہ وصول کرنے جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ میں صرف اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں، تو اس فرشتے نے کہا: میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نمائندہ ہوں اور یہ بتانے آیا ہوں کہ جس طرح تم نے اپنے اس بھائی سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر محبت کی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگا ہے۔

(۸) باہمی حقوق کا احترام

حقوق کا احترام بھی محبت میں اضافہ کا موجب ہے، چنانچہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی خرید پر اپنی خرید نہیں لگاتا اور نہ ہی اس کی بولی پر بولی لگاتا ہے۔ نہ اس کی منگنی کا پیغام بھیجتا ہے۔ الغرض جس مباح کام پر جو سبقت لے جائے، دوسرا اس کے آڑے نہیں آتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

(خبردار کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر اپنا سودا نہ کرے۔ نہ اس کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغام بھجوائے۔)

ایک اور روایت میں ہے اور نہ اس کی لگائی ہوئی قیمت پر اپنی قیمت لگائے۔

(۹) کمزور کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ:

یہ مشفقانہ حسنِ سلوک بھی باہمی محبت کی علامت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (جو ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کرتا اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (تمہیں صرف تمہارے کمزور لوگوں کی بدولت رزق بھی دیا جاتا ہے اور مدد بھی کی جاتی ہے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، ان کے ساتھ صبر کرتے رہو، اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف نہ دوڑیں کہ تم آرائشِ زندگانی، دنیا کے خواستگار ہو جاؤ) (الکھف:۲۸)

(۱۰) دعاءِ خیر:

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرنا اور استغفار چاہنا بھی باہمی محبت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ: (اپنے گناہوں اور تمام مومن مرد اور عورتوں کے لئے مغفرت طلب کر) (سورہ محمد:۱۹)

اور اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر مومنین کی اسی دعا کا ذکر فرمایا ہے:۔

ترجمہ: (اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان تمام بھائیوں کو بھی بخش دے جو بحالتِ ایمان ہم سے پہلے گزر چکے ہیں) (الحشر: ۱۰)

تنبیہ: (قرآن حکیم کی ایک آیت سے کچھ لوگوں کو ایک غلط فہمی ہوسکتی ہے، جس کا ازالہ ضروری ہے) وہ آیت یہ ہے۔

ترجمہ: (جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) (الممتحنہ: ۸)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے غلط فہمی کی بناء پر کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں بعض کفار سے دوستی اور محبت قائم کرنے کا حکم ملتا ہے۔

حالانکہ یہ مفہوم غلط ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار میں سے جو شخص مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے باز آجائے، نہ تو ان سے جنگ کریں اور نہ ہی انہیں انکے گھروں سے نکالیں تو مسلمان انکے مقابلے میں عدل و احسان کے ساتھ دنیوی معاملات میں مکافاتِ عمل اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کریں، نہ کہ ان سے دلی محبت اور دوستی کا رشتہ استوار کریں۔

تو گویا یہاں حکم نیکی اور احسان کا ہے، نہ کہ دوستی اور محبت کا، اس کی ایک اور مثال:۔

ترجمہ: (اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے کہ جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں! دنیا کے (کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے، اس کے رستے پر چلنا) (لقمان: ۱۵)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ جو کہ کافرہ تھیں، ان کے پاس آئیں اور ان سے ماں ہونے کے ناطے صلہ رحمی طلب کی، اسماء رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

(اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:۔

ترجمہ: (ایسے لوگ تمہیں نہیں ملیں گے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھتے ہوں، خواہ ان کے باپ یا بیٹے ہی کیوں نہ ہوں) (المجادلۃ:۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی مکافات اور صلہ رحمی اور شے ہے اور قلبی محبت اور دوستی بالکل دوسری شے ہے۔

] بلکہ اس صلہ رحمی اور حسنِ معاملہ میں کفار کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا پہلو رکھا گیا ہے اور یہ چیز دعوتِ دین کے طریق میں سے ہے، جب کہ محبت اور دوستی کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے، محبت اور دوستی تو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کافر اپنے کفر پر صحیح ہے اور اس سے راضی ہے کیونکہ ایسا شخص اس کافر کو اسلام کی دعوت نہیں دے پاتا۔

یہاں یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ کفار سے دوستی اور محبت کے حرام ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے ساتھ دنیوی معاملات کرنا بھی حرام ہیں، دنیوی معاملات کئے جا سکتے ہیں، مثلاً: جائز قسم کی تجارت کرنا، ان سے سامان اور مفید قسم کی مصنوعات منگوانا اور ان کی ایجادات سے فائدہ اٹھانا وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ نے ایک بار راستے کی رہنمائی کے لئے ابن اریقط اللیثی نامی کافر کو اجرت پر لیا تھا۔اس کے علاوہ بعض یہودیوں سے قرضہ لینا بھی ثابت ہے۔

مسلمان ہمیشہ سے کفار سے مختلف مصنوعات اور سامان منگواتے رہے ہیں، یہ ایک چیز کا قیمت کے بدلے خریدنا ہے،اس میں ان کا ہم پر کوئی احسان نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے محبت اور دوستی اور کافروں سے بغض وعداوت کو واجب قرار دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ترجمہ:(جولوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی،وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں)(الانفال:۷۲)

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

ترجمہ:(اور جولوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو مومنو! اگر تم یہ کام نہ کروگے تو ملک میں فساد برپا ہو جائے گا)(الانفال:۷۳)

اس آیتِ کریمہ کے تحت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اگر تم مشرکین سے دور ہو کر نہیں رہو گے اور مومنین سے محبت نہیں کرو گے،تو لوگوں کے درمیان فتنہ واقع ہو جائے گا اور وہ اس طرح کہ مسلمانوں کا کافروں کے ساتھ اختلاط اور اقتباس لازم آئے گا،جس سے لوگوں کے درمیان بہت لمبا چوڑا فساد برپا ہو جائے گا"

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانے میں یہ سب کچھ ظاہر ہو چکا ہے(اللہ المستعان)

رزق حلال

(مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ)

انسان اشرف المخلوقات وافضل خلق اللہ ہونے کے باوجود دیگر ذوی الارواح یعنی حیوانات کے مقابلے میں زیادہ چیزوں کا محتاج وخواہشمند ہے۔ خواہ اس کی یہ حاجات و خواہشات ازقبیل قسم اول ہوں یا ازقبیل قسم ثانی یا ازقبیل قسم ثالث۔

پھر انسان چونکہ فطرتاً وطبعاً آرائش پسند وسہولت پسند ہے اس لئے وہ ان ہزار ہا امور حاجات وسہولات کی تحصیل میں تگ ودو کرتا ہے اور اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ سہولتیں، اسباب راحت، ذرائعِ نمائش اور وسائلِ آرائش حاصل ہوں۔

پھر اس کی یہ کوشش وخواہش اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتی بلکہ دل و جان سے اس کی یہ آرزو وخواہش بھی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اور اس کے خاندان کو بھی زندگی کی جملہ آسائشیں اور آرائشیں حاصل ہوں۔

یہ تو انسان کی خواہشات وآرزوؤں کا قصہ ہے۔ دوسری طرف حالت یہ ہے کہ انسان کی عمر نہایت مختصر ہوتی ہے۔ پس انسان اپنی مختصر عمر کے اوقات وساعات کو اپنے نفس کی سینکڑوں خواہشات کی تکمیل میں لگا دیتا ہے اور زندگی کے جملہ شب وروز اپنی بے شمار حاجات کے حصول اور انکی تکمیل پر منقسم کردیتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ان تسہیلات وحاجات کو مقاصد اصلیہ سمجھ کر اپنی قیمتی زندگی انہی کے حصول وتکمیل میں ضائع کردیتا ہے اور (یعنی دنیا میں بھی اس نے نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی) کا مصداق بن جاتا ہے۔

اس طرح اس کی یہ حیاتِ مستعار غفلت میں گزر جاتی ہے اور جب موت کا وقت آتا ہے تو بہت پچھتاتا ہے اور رہا دم ہوتا ہے لیکن اب پچھتائے کیا ہووَت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

اسی کا ذکر ہے قرآن مجید کی اس آیت میں۔یعنی "لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے اس سے اعراض کر رہے ہیں"۔

اللہ و رسول کے نزدیک عقلمند وہ شخص ہے جو صرف قسم اول کی حاجات وضروریات پر اور حسبِ ضرورت قسم ثانی کی حاجات میں سے اہم ضروریات وحاجات کے حصول پر اکتفاء کرتے ہوئے لالچ ،حرص اور حبِّ دنیا سے اپنے دل کو پاک اور صاف رکھے اور اپنے قیمتی اوقاتِ زندگی و ساعاتِ حیاتِ مستعار کو اس زندگی کے مقصد اعلیٰ وغرض ارفع صرف کرے۔

اس زندگی کا اولین مقصد ہے عبادتُ اللہ، ذکر اللہ، حبّ اللہ، حبِّ رسول اور فکرِ آخرت۔اللہ جل جلالہ قرآن مجید میں فرماتے ہیں "اور میں نے پیدا نہیں کیا جن واِنس کو مگر اپنی عبادت کیلئے"۔

پس انسان جب زندگی کے اکثر اوقات عبادت میں لگا دے تو اللہ جل جلالہ اپنی رحمت وقدرت سے مذکورہ صدر جملہ حاجات یا ان میں سے اہم ضروریات و حاجات پوری فرما دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: یعنی "جو شخص اپنے تمام غموں کو ترک کر کے ایک آخرت کا غم اختیار کر لے (یعنی اسے آخرت کی فکر لاحق ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام (دنیوی و اخروی) غموں کے کفیل ہو کر کفایت فرماتے ہیں"۔

بھائیو! یہ زندگی انسان کے لئے ایک قید خانہ یا قفس ہے۔اس زندگی میں حاجتوں

کے افکار، غموں اور دکھوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ سوائے ذکراللہ، فکرِ آخرت اور عبادت کے کہیں بھی پناہ اور آرام حاصل نہیں ہوسکتا۔

آباد ہے وجود کے صحرا میں زندگی   رہتا ہوں میں بھی آدمیوں کے ہجوم میں
اور اس قفس میں مجھ کو میسّر نہ آسکا   وہ ذکر جو پناہ کی منزل دکھا سکے

دنیا میں ہر آدمی کثرتِ مصائب و کثرتِ حوائج کے افکار کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہے۔ راحت اور سکون صرف ذکراللہ و طاعت میں ہے۔ ایک شاعر نے کس رقت انگیز و درد آمیز طریقے سے زندگی کی پریشانیوں کا ذکر درج ذیل اشعار میں کیا ہے۔ یہ اشعار تقریباً ہر انسان کی ترجمانی کرتے ہیں۔ بار بار دہرانے پر یہ اشعار کسی صاحبِ دل کے رُلانے کے لئے کافی ہیں۔

فراقِ گل میں بلبل نوحہ خواں تُو بھی ہے اور میں بھی
چمن میں شکوہ پیرائے خزاں تُو بھی ہے اور میں بھی
نہ تجھ کو چین ہے دم بھر نہ راحت مجھ کو اِک ساعت
اسیرِ رنجِ گردشِ آسماں تُو بھی ہے اور میں بھی

وہ امور و ذرائع جن سے عالمِ اسباب میں مذکورہ صدر حاجات و ضروریات کو پورا کیا جا سکے، ان پر عقلاً و شرعاً رزق کا اطلاق حقیقتاً مجازاً ہوتا ہے۔ کیونکہ رزق کا معنی ہے حظ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے جو حصہ و نصیب انسان کو ملتا ہے اس پر رزق کا اطلاق ہوتا ہے۔

مگر عرفِ عوام میں رزق کا زیادہ اطلاق دو امور پر ہوتا ہے۔ اول مال، دوم خورد و نوش یعنی طعام۔ بلکہ رزق کا اطلاق امر دوم پر بہت زیادہ معروف و مشہور رہے۔

پس رزق کا جب مطلق ذکر ہو تو عرفِ عام میں اس سے طعام و مال مراد ہوتا ہے۔
انسان چونکہ ان دو چیزوں کا بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے اس لئے عرفِ عام میں رزق سے عموماً مال و طعام مراد لیا جاتا ہے۔ انسان ہر وقت مال و طعام کا حاجتمند و خواہشمند ہوتا ہے۔

مال کے ذریعے مذکورہ صدر تمام حاجات و ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اس لئے انسان مال کے حصول کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ اور شاید اسی وجہ سے عرفِ عام میں مطلق رزق کے ذکر کے وقت ذہن مال و طعام کی طرف جاتا ہے۔

حاصل بیان یہ ہوا کہ انسان کی ضروریات و حاجات بے شمار ہیں اور ان بیشمار حاجات میں سے اہم دو حاجتیں ہیں یعنی حاجتِ طعام و حاجتِ مال۔

حاجتِ طعام یعنی خورد و نوش والی حاجت اس لئے اہم ہے کہ یہ زیادہ درپیش ہوتی ہے۔ ہر انسان دن میں کئی مرتبہ کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے۔

اور حاجتِ مال کی اہمیت تو اَظہر مِن الشّمس ہے کیونکہ مذکورہ صدر بیشمار حاجات و ضروریات عموماً مال ہی کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ ان حاجاتِ لامحدودہ کے پیش نظر انسان مجبوراً حصول کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور مال کا محبّ و حریص ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے۔ یعنی ''مال کی محبت ہر برائی اور ہر گناہ کی جڑ ہے''۔ کیونکہ حبِ مال کی وجہ سے انسان حلال و حرام کی تمیز ترک کر کے ہر گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ انسان لامحدود ضروریات و حاجات سے مجبور ہو کر مال کا محبّ بنتا ہے اور پھر ان ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے حبِ مال انسان کو حصول مال کے سلسلے میں ہر گناہ کی ترغیب دیتا ہے اور انسان اس ترغیب کی وجہ سے ہر گناہ کے ارتکاب کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف ہے۔ یعنی ''کسی شے کی (حد سے زیادہ) محبت آدمی کو اندھا اور

بہرہ کر دیتی ہے"۔اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان مقصد زندگی سے ہٹ جاتا ہے اور سعادتِ دارین سے محروم ہو کر شقاوتِ دارین کا مستحق بن جاتا ہے۔

پس کثرتِ ضروریات و حاجات کے پیش نظر انسان رزق کے حصول میں ہر وقت متفکر رہتا ہے۔ عرفِ عام رزق کے مصداق دو ہیں ۔اوّل طعام و غذا ۔یعنی اکل و شرب سے متعلق امور۔بالفاظ دیگر ما کولات و مشروبات ۔رزق کا یہ معنی زیادہ معروف و مشہور ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو رازق کہا جاتا ہے۔اور یہی معنی مراد ہے اس آیت میں یعنی "اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا تعالیٰ کے ذمے ہے"۔

دوم طعام و مال ۔بایں معنی رزق مطلق مال کو بھی شامل ہے۔بلکہ حقیقتاً یا مجازاً رزق ان تمام امور کو بھی شامل ہے جن کے ذریعہ انسان اپنی ضروریات حاصل کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان اس امتحان و آزمائش میں کامیاب ہو جائے۔ اس لئے کامیابی کے ذرائع خود اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا علیہم السلام کے ذریعے بتلائے ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔اے انسان! ان بیشمار حاجات کے سلسلے میں افکار اور پریشانیوں کی دلدل سے نکلنے کا طریقہ تیرے لئے یہ ہے کہ تو صرف عبادت میں مصروف ہو جا اور حاجات و ضروریات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ۔اللہ تعالیٰ اپنی عظیم رحمت و عظیم قدرت سے تیری بیشمار حاجات و ضروریات پوری فرمادیں گے۔

یہی مطلب ہے اس آیت کا۔"اے اللہ! ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے تمام حاجات میں کامیابی کی مدد مانگتے ہیں"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دعا مانگنے کا حکم دیا ہے ۔دعا کا مطلب ہے کہ انسان ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے ۔قرآن مجید میں ہے ۔یعنی "مجھ سے جملہ حاجات

کے سلسلے میں دعامانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا''۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔''مضطر ومجبور انسان کی دعامیں ہی قبول کرتا ہوں''۔

اور یہی مطلب ہے حدیث مذکور کا یعنی ''جوشخص اپنے تمام غموں کو بھلا کر ایک آخرت کا غم اپنا لے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کے (یعنی دُنیاوی واُخروی حاجات کے سلسلے میں) کفیل ہوجاتے ہیں''۔

اس قسم کی بیشار نصوص میں اللہ تعالیٰ نے اور نبی ﷺ نے انسان کو ان حاجات لامحدودہ کے افکار اور پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ وذریعہ بنایا ہے۔

یہ دنیا ان بیشار حاجات، لامحدود خواہشات اور لامتناہی ضروریات کی وجہ سے امتحان گاہ ہے۔اس امتحان میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کامیابی کا یہ راستہ بتلایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورَضا کے حصول کو اپنا مقصد بنالے اور ضروریات وحاجات کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی کفایت فرمائیں گے۔

یہ ہے ہمارے نبی ﷺ کی بلکہ ہر نبی کی تعلیمات وتربیات کا خلاصہ۔واقعاتِ عالم انسانی اس دعوے کی تصدیق کرتے ہیں کہ جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے اس راستے پر چلنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا مقصود اعلیٰ ٹھہرایا وہ دنیا میں بھی سُرخرو ہوا اور آخرت میں بھی سُرخرو ہوا۔اس طرح وہ سعادتِ دارین سے ہم آغوش ہوا۔

اللہ عزوجل کی کفالت وکفایت ونصرت پر دونوں جہانوں کی کامیابیوں اور سعادتوں کا مدار ہے مسلمانوں کو صرف دُنیوی کامیابی پر زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ دنیا فانی ہے۔اس فانی جہان وزمان ومکان سے آگے اور جہان، زمان اور مکان بھی ہیں جو کہ باقی ودائمی ہیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تو شاہین ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ ترے زمان و مکاں اور بھی ہیں

یعنی ''حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف خط لکھ کر درخواست کی کہ میری طرف کوئی وصیت ونصیحت لکھ کر بھیجیں جو زیادہ لمبی نہ ہو بلکہ مختصر ہو۔راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف یہ وصیت و نصیحت لکھ کر بھیجی۔السلام علیکم (میں آپ کی طرف بطور وصیت ونصیحت نبی علیہ السلام کا وہ ارشاد لکھ کر بھیج رہی ہوں جو)میں نے خود نبی علیہ السلام سے سنا ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کی تکالیف سے اس کی کفایت وحفاظت فرماتے ہیں (یعنی لوگوں کی اذیت سے اسے محفوظ رکھتے ہیں)۔اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشنودی کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں (یعنی لوگوں کی اذیت سے وہ شخص محفوظ نہیں رہتا)۔والسلام''۔

وَکَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ کا معنی محدثین نے یہ کیا ہے۔یعنی ''اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس شخص پر مسلط کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اسے اذیت پہنچاتے ہیں اور اس پر ظلم کرتے ہیں۔''

لوگوں کا ظلم وستم ،اہانت اور اذیت نا قابل بیان آفت ہے ۔اس آفت کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ سرورکونین نبی ﷺ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

حدیث شریف ہے" اے اللہ! ہم پر وہ دشمن ومفسدین مسلط نہ فرما جو ہم پر ترس نہ کھائیں"

ایک شاعر دنیا کی ناگفتہ بہ حالت کا اور مصائب دنیا میں مبتلا شخص کی آہ وفریاد کا بیان ان رقت انگیز و درد آمیز اشعار میں کر رہا ہے۔

چمنِ دہر میں سب مائل بیداد رہے
بادِ صرصر رہی کانٹے رہے صیاد رہے
غمِ دنیا نہ رہے فکر سے آزاد رہے
ہے یہ دشوار کہ دنیا میں کوئی شاد رہے
وہی بندہ ہے جسے حکمِ خدا یاد رہے
ہر غم و درد میں صابر رہے دِل شاد رہے
طاعتِ دین میں جب تک رہے ہم شاد رہے
اس سے ہٹتے ہی پریشاں ہوئے برباد ہوئے
میرے مولیٰ مجھے توفیق عطا ہو اتنی
غم میں صابر رہوں اور لب پہ نہ فریاد رہے

خلاصۂ بیانِ سابق یہ ہے کہ رزق کے سلسلے میں انسان کو زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ انسان و جملہ حیوانات کے رزق کے کفیل ہیں۔قرآن مجید میں ہے۔"اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا تعالیٰ کے ذمے ہے۔اور وہ جاندار جہاں

رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی جانتا ہے یہ سب کچھ کتاب روشن میں لکھا ہوا ہے۔"

ہمارے اس بیان کا مقصد یہ نہیں کہ انسان اپنے رزق کی جستجو اور حصولِ رزق کے جائز ذرائع بھی ترک کردے اور گھر بیٹھ کر یہ انتظار کرنے لگے کہ رزق خود بخود غیبی طریقے سے آسمان سے اتر کر اس کے پاس پہنچے گا۔ اور نہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے یہ چیز ثابت ہے، کیونکہ ہر شخص کے پاس غیب سے رزق نہیں آسکتا۔

بطورِ معجزہ یا کرامت خود بخود غیب سے رزق پہنچ سکتا ہے مگر معجزہ انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے اور کرامت اولیاءاللہ کے خصائص میں سے ہے۔ نیز کرامت کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے ہمیشہ ظاہر نہیں ہوتی۔

اس لئے انبیاء علیہم السلام کی تربیت و تعلیم کی رُو سے حصولِ رزقِ حلال کیلئے تگ و دو کرنا اور اس کے ذرائع میں کوشش کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے۔

صحابہؓ نبی علیہ ﷺ کے براہِ راست تلامذہ و تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے کُل امتِ محمدیہ کیلئے رہنما ہیں۔ اور کتبِ تاریخ و اَسفارِ احادیث سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ کسبِ معاش کیا کرتے تھے۔ وہ تجارت و زراعت وغیرہ مختلف پیشوں سے وابستہ تھے۔ حالانکہ صحابہؓ اُمتِ محمدیہ میں سب سے بڑے عابد، زاہد اور متوکل علی اللہ تھے۔

پس واضح ہوا کہ کسبِ معاش کرنا اور رزق کی جستجو میں تگ و دو کرنا توکل علی اللہ اور سنتِ نبویہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس سلسلے میں کوشش و سعی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت و کفالتِ رزق میں شک کو مستلزم ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی رزاقیت وضمانِ رزق کا ازروئے شرع تقاضا یہ ہے کہ انسان رزق

کے بارے میں حد سے زیادہ پریشان نہ ہو۔

نیز اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ کسبِ معاش کیلئے کوشش اور تگ و دو کے باوجود اصل مؤثر اللہ تعالیٰ کو سمجھنا چاہیے۔اسباب رزق پر اسباب کی حد تک اعتماد و اعتبار کرنا چاہیے۔ان اسباب کو حقیقی مؤثر سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔حقیقی مؤثر اور حقیقتاً رزق دینے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اب اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ رزق انسان کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت انسان کو تلاش کرتی ہے یعنی جس طرح موت ضرور آتی ہے اسی طرح ازل میں مقرر شدہ رزق بھی انسان کو ضرور پہنچتا ہے۔

''حضرت جابرؓ نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر ابن آدم رزق سے اس طرح بھاگے جس طرح وہ موت سے بھاگتا ہے تو رزق اسے اسی طرح پالے گا جس طرح موت اسے پالیتی ہے (یعنی جب انسان کی توجہ آخرت کی طرف ہو اور دنیا کی رغبت نہ ہو تو رزق اسے خود تلاش کرتا ہے اور ہر صورت میں رزق اسے پہنچتا ہے)''۔

اللہ تعالیٰ رزق و مال اور تمام معاملات کے بارے میں صحیح اعتقاد اور درست اعمال کی طرف ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ ہم ہر کام میں اللہ عزوجل ہی کو اصل مؤثر سمجھیں اور جادۂ حق پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔آمین۔

زبان کی آفتیں

(امام غزالیؒ)

بات کاٹنا اور جھگڑا کرنا:۔

بات کاٹنے سے منع کیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" اپنے بھائی کی بات مت کاٹ، اور نہ اس سے (ناشائستہ) مذاق کر اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جسے تو پورا نہ کرے"۔(ترمذی، عن ابن عباسؓ)

ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ "بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بات کاٹنا نہ چھوڑ دے اگر چہ حق پر ہی کیوں نہ ہو"۔ابن ابی الدنیا)۔مسلم بن یسار کہتے ہیں کہ قطع کلامی سے بچو، عالم کی جہالت کا لمحہ وہی ہے جس میں وہ کسی دوسرے کی بات کاٹتا ہے۔اور اسی وقت شیطان اس کی لغزش کا متمنی رہتا ہے حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دین میں جھگڑوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے، یہ بھی فرمایا کہ بات کاٹنے اور جھگڑا کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سینوں میں کینے کا بیج پڑ جاتا ہے۔

بات کاٹنے کی تعریف:

کسی کی بات کاٹنے کے لئے احادیث میں "مراء" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مراء کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص پر اس کے کلام میں نقص نکال کر اعتراض کیا جائے خواہ یہ نقص کلام کے الفاظ میں ہو یا معنی میں یا اس کے ارادہ و نیت میں۔اس سلسلے میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جو کلام بھی تم سنو اگر حق ہو تو اس کی تصدیق کر دو اور باطل ہو تو چپ رہو بشرطیکہ کلام دین سے متعلق نہ ہو۔بعض لوگ زبان سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے، بعض لوگ بولنا

کچھ چاہتے ہیں اور زبان سے کچھ نکل جاتا ہے، عبارت میں غلطی کی وجہ کچھ بھی ہو اس پر نکتہ چینی کرنے کا جواز نہیں ہے۔

جدال اور مراء سے بچنے کا طریقہ:

ان دونوں سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ آدمی مباحات سے بھی خاموش رہے۔ یہ دونوں عیوب دراصل اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے مخالف کی تحقیر اور اپنی برتری مقصود ہوتی ہے۔ اپنی برتری کا اظہار خودستائی کی قبیل سے ہے اور خودستائی اپنے آپ کو بڑا اور بلند و اعلیٰ سمجھنے کا ردعمل ہے جبکہ کبریائی اور عظمت رب کریم کی صفات ہیں اور اسی کو زیب دیتی ہیں۔ یہ ایک مرض ہے جس کا علاج یہ ہے کہ اس کبر کا قلع قمع کیا جائے جس سے اپنی برتری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ہر مرض کا علاج اس کے اسباب دور کرنے سے ہی ممکن ہے۔ مراء اور جدال کے اسباب کبر و غرور اور بہیمانہ اوصاف ہیں۔ جب تک ان اوصاف کا ازالہ نہ ہوگا یہ مرض دور نہیں ہوگا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے داؤد طائی سے ان کی عزلت نشینی کی وجہ دریافت کی، انہوں نے کہا کہ میں اس لئے عزلت میں بیٹھتا ہوں تاکہ جدال نہ کرنے کا مجاہدہ کروں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ مجاہدہ کہاں ہوا، مجاہدہ تو یہ ہے کہ مجلسوں میں جاؤ لوگوں کی سنو اور خاموش رہو۔ داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں نے اس پر عمل کیا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس مجاہدے سے سخت کوئی مجاہدہ نہیں ہوسکتا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی کی زبان سے غلط بات سن کر خاموش رہنا بڑا مشکل اور صبر آزما کام ہے، خاص طور پر اس صورت میں کہ جب وہ اس غلطی کی تصحیح پر قادر بھی ہو۔ اسی لیے سرکار دو عالمﷺ نے اس شخص کو جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کرتا ہو، جنت کے اعلیٰ درجے کی بشارت دی ہے کیونکہ حق کا علم رکھتے ہوئے باطل پر خاموش رہنا نفس پر بڑا شاق گزرتا ہے انسان کے لیے بہتر یہ

ہے کہ اہل قبلہ کو کچھ کہنے سے زبان کو باز رکھے۔اگر کوئی بدعت میں مبتلا نظر آئے تو اسے نرمی کے ساتھ تنہائی میں نصیحت کرے۔اگر یہ دیکھے کہ نصیحت کا اس کے دل میں کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے اور یہ کہ اس کے دل میں قبول حق کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے تو اپنے نفس میں مشغول ہو جائے اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ہشام بن عروہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سات مرتبہ یہ فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اس اچھے قول کے علاوہ جس پر وہ قدرت رکھتا ہو،اہل قبلہ سے اپنی زبان کو روکے۔(ابن ابی الدنیا)۔

خصومت:۔

خصومت بھی ایک مذموم صفت ہے،یہ جدال اور مراء سے الگ ایک صفت ہے کیونکہ مراء کہتے ہیں کسی کے کلام میں نقص پیدا کر کے اس طرح طعن کرنا کہ اس طعن اور اظہار نقص سے متکلم کی تحقیر اور اہانت اور اپنی ذہانت و ذکاوت کے اعلان کے علاوہ اور غرض وابستہ نہ ہو۔اور جدال ان بحثوں کو کہتے ہیں جن کا تعلق مذاہب اور عقائد سے ہو۔ خصومت میں بھی جدال پایا جاتا ہے لیکن اس جدال سے مقصود کسی کے مال یا حق پر قبضہ کرنا ہوتا ہے خصومت میں کبھی اعتراض ہوتا ہے اور کبھی اعتراض نہیں ہوتا جبکہ مراء اور جدال میں اعتراض ضرور ہوتا ہے۔روایات و آثار میں خصومت کی مذمت وارد ہے۔حضرت عائشہؓ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے نقل کرتی ہیں کہ ''اللہ کے نزدیک آدمیوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو اور خصومت پسند ہو'' (بخاری)۔

ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ بشر ابن عبداللہ بن ابی بکرہ ادھر سے گزرے تو مجھے وہاں بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگے،یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے عرض کیا ایک خصومت کی وجہ سے جو میرے اور میرے چچا زاد بھائی کے درمیان چل رہی ہے انہوں نے

فرمایا کہ تیرے باپ کا مجھ پر ایک احسان ہے میں اس کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں، یاد رکھ خصومت سے زیادہ بری چیز کوئی دوسری نہیں ہے۔ یہ دین کو ضائع کرتی ہے، جبین شرافت کو داغدار کرتی ہے، اس سے زندگی کا لطف ختم ہو جاتا ہے اور دل ذکر و فکر میں لگنے کی بجائے خصومت کی الجھنوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ میں بشر بن عبداللہ کی یہ نصیحت سن کر جانے کے لیے کھڑا ہوا تو میرے حریف نے کہا، کہاں چلے؟ میں نے جواب دیا کہ اب میں تجھ سے خصومت نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ خصومت ترک کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ تو نے میرا حق تسلیم کرلیا ہے۔ میں نے کہا کہ حق تو تسلیم نہیں کیا البتہ میں حصول کے مقابلے میں عزت نفس کی حفاظت کرنا زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اس نے کہا، اگر یہی بات ہے تو میں بھی اپنی ضد چھوڑتا ہوں اور یہ چیز تجھے دیتا ہوں اور یہ تیرا حق ہے اور میں اب اس کا مدعی نہیں ہوں۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کسی انسان کا دوسرے پر حق ہو اور وہ اسے دینے پر رضا مند نہ ہو تو اسے حاصل کرنے کے لئے خصومت ضرور کرنی چاہیے۔ خواہ ظالم کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر خصومت کی مذمت نہیں کرتے بلکہ مذموم صرف وہ خصومت ہے جو باطل پر مبنی ہو یا بغیر علم کے کی جائے، جیسے وکیل یہ جانے بغیر کہ حق کس طرف ہے کسی ایک فریق کی طرف سے لڑا کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ خصومت بھی مذموم ہے جس میں اپنا حق طلب کیا جائے لیکن جس قدر حق واجب ہے اس پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ زیادہ سے زیادہ دشمنی اور عداوت کا مظاہرہ کیا جائے، مقصد اپنا حق حاصل کرنا نہ ہو بلکہ مخالف کو ایذا پہنچانا ہو۔ وہاں اگر مظلوم اپنے دعویٰ کو شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق مدلل کرے، نہ اس میں دشمنی ہو، نہ عناد کا جذبہ ہو اور نہ تکلیف پہنچانے کا مقصد ہو تو اس کا یہ عمل حرام نہیں ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے جب کہ خصومت کے بغیر اپنا حق حاصل کرنا

ممکن نہ رہے۔ کیونکہ خصومت میں زبان کو حد اعتدال پر قائم رکھنا مشکل ہے۔ خصومت میں ایک مرحلہ وہ بھی آتا ہے جب وجہ خصومت ذہنوں سے نکل جاتی ہے اور دونوں فریقوں کے سامنے صرف ایک مقصد رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے مخالف کو شکست دیں، اس کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتے ہیں، ایک دوسرے کو تکلیف دے کر خوش ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی عزت کے تاروپود بکھیر دیتے ہیں۔ یہی حال مراء اور جدال کا ہے، ان دونوں سے بھی شر جنم لیتا ہے خصومت، مراء اور جدال کا ادنیٰ شر یہ ہے کہ آپس میں اچھی طرح بات کرنے کی روایت ختم ہو جاتی ہے حالانکہ حسن کلام حسن معاشرت کا جزو ہے اور قابل ثواب عمل ہے۔ خوش کلامی کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، ”تمہیں جنت میں خوش کلامی سے اور کھانا کھلانے سے جگہ ملے گی“۔ (طبرانی)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، **وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا** ۔اور لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرنا۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 83)۔

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نیکی ایک آسان عمل ہے اور وہ یہ کہ خندہ پیشانی سے پیش آؤ اور نرم گفتگو کرو۔ خوش کلامی خصومت، مراء اور جدال کی ضد ہے۔ ان تینوں میں جو کلام کیا جاتا ہے وہ ناپسندیدہ، تکلیف دہ اور اشتعال انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خوش کلامی سے پیش آنے اور بد کلامی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فصاحت کلام کے لیے تصنع:۔

اکثر مدعیان خطابت کی عادت ہے کہ وہ کلام کو خوب بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں۔ تمہیدات اور مقدمات گھڑتے ہیں اور اسے سجع و قافیہ سے آراستہ کرتے ہیں۔ یہ تکلیف اور تصنع مذموم ہے اور حدیث میں ہے کہ ”تم میں سے میرے نزدیک زیادہ برے اور

نشست میں مجھ سے بعید تر لوگ وہ ہیں جو گھٹیا گفتگو کرنے والے، زیادہ بولنے والے اور کلام میں تصنع اختیار کرنے والے ہیں"۔(احمد،ترمذی)۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کلام میں بلبلانا اور طوالت اختیار کرنا شیطانی عمل ہے،

عمرو بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد کے پاس کسی ضرورت سے آئے اور ضرورت کے اظہار سے پہلے ایک طویل تمہید باندھی۔حضرت سعد نے فرمایا،اس سے پہلے تو کبھی تم نے اتنی لمبی تمہید نہیں باندھی،آج کیا ہوا؟ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کلام کو اپنی زبانوں سے اس طرح الٹ پلٹ کریں گے جس طرح گائے گھاس کو اپنی زبان سے الٹ پلٹ کرتی ہے"۔(احمد)۔

گویا حضرت سعد نے اپنے بیٹے کی اس حرکت کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا کہ انہوں نے بلاضرورت کلام کو طول دیا اور مقصد کے اظہار کے لیے ایک ایسی تمہید باندھی جو اس موقع پر غیر ضروری تھی اور جس کے بغیر مقصد پورا ہو سکتا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ تصنع مذموم ہے۔وہ قافیہ بندی بھی اسی حکم میں ہے جو عادت سے خارج ہے۔اسی طرح عام بول چال میں سجع بندی بھی پسندیدہ نہیں ہے۔کلام ایسا کرنا چاہیے جو مخاطب کی سمجھ میں آجائے کلام کا مقصد ہی دوسرے کو سمجھانا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے لغو ہے اور تکلف میں داخل ہے۔شریعت نے اس طرح کے تکلفات کی مذمت کی ہے۔البتہ اس حکم سے وہ قافیہ بندی مستثنیٰ ہے جو خطبوں میں مروّج ہے بشرطیکہ اس میں افراط و مبالغہ نہ ہو۔خطیب اور واعظ کا مقصد وعظ و تذکیر سے یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں آتش شوق بھڑ کے اور اچھے اعمال کے جذبے کو تحریک ملے اس سلسلے میں الفاظ کی اثر انگیزی سے انکار نہیں کیا جا سکتا،لیکن عام بول چال میں نہ وزن کی ضرورت ہے نہ قافیے کی اور نہ تشبیہ و استعارے کی۔اس لیے روزمرہ کی گفتگو میں خطبہ کا انداز اختیار کرنا سراسر جہالت ہے۔اس تصنع کا محرک ریا ہے اور اس آفت میں مبتلا شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی فصاحت و بلاغت سے مرعوب ہوں اور اس کی تعریف و تحسین کریں۔

تکبّر: ایک تجزیاتی مطالعہ

(محمد زبیر)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کے لیے شریعتِ اسلامیہ اور انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ باطن کی نسبت ظاہر پر توجہ زیادہ دیتی ہے اور باطن کی اصلاح کی بجائے ظاہر شریعت پر عمل ہی کو کل دین سمجھ لیتی ہے۔ سابقہ مسلمان اقوام مثلاً یہود پر بھی ایک زمانہ ایسا آیا کہ وہ موسوی شریعت کے ظاہر میں اس قدر اُلجھے کہ اپنی باطنی اصلاح سے کلی طور پر غافل ہو گئے۔ اس زمانہ میں اُن میں تورات کے بڑے بڑے فقہا اور علماء تو موجود تھے اور ظاہر شریعت پر عمل بھی خوب ہو رہا تھا لیکن منکسر مزاجی، تواضع، انکساری، نرم دلی، خدا خوفی، للّٰہیت، خشیت، تقویٰ اور تقرب الی اللہ جیسے اوصافِ حسنہ مفقود تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی باطنی اصلاح اور تزکیہ کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر انجیل میں موجود خطبات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے علمائے یہود کو اپنے باطن کی اصلاح اور تزکیہ نہ کرنے کی وجہ سے شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔

خیرُ القرون کے بعد اُمتِ مسلمہ کی اکثریت میں بھی باطن کی اصلاح یا تزکیہ نفس کی نسبت ظاہر شریعت یعنی فقہی مسائل اور ان پر عمل کی طرف توجہ زیادہ رہی ہے جس کی وجہ سے دین کا یہ اہم گوشہ نظر انداز ہوتا رہا ہے۔ کچھ طبقات نے اگر ہر دور میں اصلاحِ باطن کی طرف 'تصوف' کے نام سے توجہ دی بھی تو اس میں اصلاح کے شرعی منہج اور طریقہ کار کو نظر انداز کیا گیا

اوراپنے ذاتی مشاہدات وتجربات کواصلاحِ باطن اورتزکیہ کے نبوی طریق کارپرترجیح دی گئی اور اس طرح تصوف ایک مستقل دین بن کرسامنے آگیا۔

اصلاحِ باطن اورتزکیہ نفس کا ایک اہم موضوع رذائل سے اپنے نفس اور باطن کو پاک کرنا ہے۔رذائلِ انسانیہ میں سے ایک اہم تروصف تکبر ہے۔تکبر سے ملتے جلتے کئی ایک رذائل کی کتاب وسنت میں نشاندہی کی گئی ہے جودرج ذیل ہیں:

کبر عجب

حب جاہ حب تفوق

ریا تکبر

تکبر کامعنی اپنے آپ کوبڑاسمجھنااوردوسرے کوحقیر جاننا ہے۔کتاب وسنت میں تکبر کرنے والے کے لیے 'متکبر' کالفظ استعمال کیا گیا ہے۔متکبرین کے بارےنصوص میں بہت شدید وعیدآئی ہے۔ایک روایت کےالفاظ ہیں:

»لایدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر« صحیح مسلم:91

"وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی اپنی بڑائی ہو۔"

تکبر کے بارے اس مضمون میں ہم نے تکبر کی حرمت اورشاعت پرنصوص کی کثرت نقل کرنے کی بجائے صالحین اوراہل علم کےاقوال کی روشنی میں اس باطنی مرض کاایک تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہےتا کہ اس مرض کی تشخیص اورپہچان عام ہو سکے۔

تکبر کی اقسام: اہل علم نےتکبر کی تین بڑی اقسام بیان کی ہیں جودرج ذیل ہیں:

1. اللہ پرتکبر کرنایعنی اللہ کے مقابلے میں اکڑنا جیسا کہ فرعون نے اس تکبر کااظہار کیا تھااور

اپنے آپ کو اَنَا رَبُّکُم الْاَعْلٰی کا لقب دیا۔تکبر کی یہ قسم دہریت کا لازمہ ہے۔دہریہ یعنی اللہ کا منکر تکبر کی اس قسم میں لازماً مبتلا ہوتا ہے۔عموماً دہریوں کی زبان سے یہ الفاظ سننے میں آتے ہیں کہ ہم نے اہل مذہب کے خدا کو اس دنیا سے نکال دیا ہے۔یہ تکبر کی بدترین صورت ہے۔جو مسلمان یا آسمانی مذاہب کے قائلین اللہ کے وجود کے بارے مشکوک ہو جاتے ہیں یا کسی وہم کا شکار ہو جاتے ہیں،وہ بھی اس تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ایسے پریشان خیالوں کی زبان پر آپ اکثر یہ جملے نوٹ کریں گے کہ پتہ نہیں خدا ہے بھی یا نہیں؟اگلی دنیا میں جزا و سزا ہے بھی یا نہیں؟ہم نہ تو خدا کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی انکار .....وغیرہ

.2اللہ کے رسول ﷺ پر تکبر کرنا یعنی حق کے معاملہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنا اور اکڑ جانا۔ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے آپ سے سوال کیا کہ کیا اچھے کپڑے یا نیا جوتا پہننا بھی تکبر میں داخل ہے تو آپ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور جہاں تکبر کا معاملہ ہے تو وہ یہ ہے:

الکبر بطر الحق وغمط الناس « صحیح مسلم:91

"تکبر تو حق بات کو جھٹلا دینا ہے اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔"

تکبر کی اس قسم میں اعتقادی منافقین اور منکرین حدیث مبتلا ہوتے ہیں۔ایسے حضرات کی زبانوں سے ایسے جملے بکثرت سننے کو ملیں گے کہ محمد ﷺ بھی تو ہمارے جیسے انسان ہیں تو ان کی اتباع و اطاعت کیوں؟یا ہم بھی اللہ کے کلام کو ایسے ہی سمجھ سکتے ہیں جیسا کہ محمد ﷺ نے سمجھا ہے یا محمد ﷺ کی قرآنی تفسیر و تشریحات تو عرب کے غیر متمدن معاشرے کے لیے تھیں نہ کہ ہماری آج کی متمدن اور مہذب دنیا کے لیے یا محمد ﷺ کو قرآن سمجھنے کا جتنا حق حاصل تھا،اتنا ہمیں بھی حاصل ہے...وغیرہ

.3اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا یعنی کسی بھی وصف کے اعتبار سے دوسرے انسانوں کی نسبت اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اُنہیں حقیر جاننا۔صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایت میں 'غمط الناس' کا معنی بعض اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو اس نعمت میں حقیر جاننا غمط الناس ہے جسے آپ نے تکبر کہا ہے۔انسانوں میں تکبر کی سب سے عام قسم یہی ہے۔

اللہ کے بندوں پر تکبر کی صورتیں اسلامی معاشروں میں تکبر کی اس قسم کی بے شمار صورتیں پائی جاتی ہیں جن میں چند ایک کی ہم نشاندہی کر رہے ہیں:

.1مال کے ذریعے تکبر کرنا جو بادشاہوں،تاجروں اور مالداروں میں ہوتا ہے۔اس صورت میں ایک مالدار شخص مال کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔جو مالدار بھی غریب کو حقیر جانے یعنی اس کے پاس بیٹھنے یا اس کے ساتھ کھانے یا اس کے ساتھ چلنے یا اس سے گفتگو کرنے یا اس کے گھر جانے یا اس کے محلے میں جانے یا اس کے ساتھ دوستی کرنے میں ہچکچاہٹ اور حجاب محسوس کرے تو بلاشبہ وہ اس تکبر میں مبتلا ہے۔عموماً مالدار دین دار گھرانوں میں بھی یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ وہ اس تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ایک دینی ادارے میں حفظ کی کلاس سے ایک مالدار دینی رجحان رکھنے والے خاندان نے اپنے بچے اس لیے اُٹھا لیے کہ اس ادارے میں ان کے ملازمین کے بچے بھی ساتھ ہی حفظ کر رہے تھے۔عام طور پر اس کا بہانا یہ بنایا جاتا ہے کہ غربا کے بچوں میں تہذیب نہیں ہوتی حالانکہ اُمرا کے بچے جس قدر مہذب ہوتے ہیں،اس کا ایک جائزہ بھی انگلش میڈیم سکول کے بچوں کی چال چلن کی رپورٹوں سے خوب لگایا جا سکتا ہے۔اصل میں یہ تکبر ہے جس کی وجہ سے اُمرا اپنے بچوں کو اپنے ملازمین یا غربا کے بچوں کے ساتھ پڑھانے میں حجاب محسوس کرتے ہیں

ورنہ تو بچے سبھی فطرتِ سلیمہ پر ہوتے ہیں جسے دینی ماحول مل جائے،اس کی تربیت ہو جاتی ہےاور جسے نہ ملے وہ چاہے غریب کا بچہ ہو یا امیر کا،بگڑ جاتا ہے۔

.2جمال کے ذریعے تکبر کرنا جیسا کہ عموماً عورتوں میں ہوتا ہے۔جب کوئی خاتون اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے حسن پر اترائے اور دوسری خواتین کو اپنے سے کم تر سمجھے تو وہ تکبر کی اس قسم میں بلاشبہ مبتلا ہو چکی ہے۔اس صورت میں حسین خاتون دوسری خواتین کے خدوخال یا رنگت یا پہننے اوڑھنے کے سلیقہ پر منفی تبصرے کرتی نظر آتی ہے کہ فلاں کو تو پہننے کا ڈھنگ ہی نہیں ہے یا فلاں اپنی شکل وصورت میں بہت ہی سادی ہے یا فلاں کے چہرے پر تو مسکینی ہی چھائی رہتی ہے یا فلاں سٹائلش نہیں ہے۔ایسے تمام تبصروں سے اگر تو حسین عورت کا مقصود اپنے آپ کو دوسری خواتین کے بالمقابل برتر سمجھنا یا ثابت کرنا ہو تو یہ تکبر ہے۔اور اگر اس کے دل میں ان تبصروں کے وقت اپنے حسن کی بڑائی موجود نہ ہو تو یہ غیبت ہے جو تکبر ہی کی طرح حرام ہے،اگرچہ حرمت میں اس کا گناہ تکبر سے کم ہے۔

.3اپنے پیروکاروں کی کثرت کے ذریعے تکبر کرنا جیسا کہ علما یا صوفیا یا گدی نشینوں یا خطبا یا واعظین یا مذہبی وسیاسی جماعتوں یا انقلابی تحریکوں کے قائدین میں ہوتا ہے۔تکبر کی اس صورت میں ایک شخص اپنے متبعین یا متاثرین کی کثرت کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔مثلاً جب کوئی بڑا خطیب یا مشہور واعظ دوسرے خطبا و واعظین پر یہ تبصرہ کرے کہ انہیں تو منبر پر کھڑا ہونا ہی نہیں آتا یا انہیں تو پتہ ہی نہیں تقریر کیسے کرتے ہیں؟یا فلاں خطیب تو بس جمعہ نا لنے کی کوشش کرتے ہیں وغیرہ تو یہ خطیب اور واعظ بھی بلاشبہ تکبر کے مرض میں مبتلا ہو چکا ہے۔

بعض اوقات متبعین اور متاثرین بھی اس تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں مثلاً کسی جماعت یا

تحریک سے وابستہ کارکنان اپنی جماعت یا تحریک کے ممبران کی کثرت پر اتراتے نظر آتے ہیں یا علما، شیوخ، اساتذہ، صوفیا اور مربیین کے پیروکار اپنے عالم، پیر، شیخ، مربی اور اُستاد کو دوسرے علما، صوفیا، شیوخ، مربیین اور اساتذہ کے مقابلے میں آسمان پر چڑھانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ حضرات اپنے شیخ، اُستاد، پیر یا مربی کو دوسروں سے بالاتر قرار دیتے ہوئے دراصل یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ اور اُستاذ تمہارے شیخ اور استاذ سے بہتر ہیں تو ہم ان شیوخ و اساتذہ کے شاگرد دوسرے شیوخ و اساتذہ کے شاگردوں سے بہتر ہیں۔

.4 اپنے علم پر تکبر کرنا جیسا کہ بعض علما میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں ایک عالم دین اپنے علاوہ علما کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا جانتا ہے۔ بعض شیوخ الحدیث، مفتیانِ کرام، کبار علما اور محققین کو آپ دیکھیں گے کہ سائلین کے ساتھ بیٹھنا اپنے وقار کے منافی سمجھتے ہیں یا طالبانِ دین اور نوجوان علما کے ساتھ علمی تبادلہ خیال میں عار محسوس کرتے ہیں یا کسی دیہاتی مخلص سائل کی رہنمائی کو اپنے وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں یا دوسرے علما کے دلائل پر اس لیے توجہ نہیں دیتے یا ان کی تحقیقات سے استفادہ نہیں کرتے کہ وہ علم میں ان کو اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ علمی تکبر کے اس دریا میں فقہی مسالک و مذاہب کے متبعین کی اکثریت سر تا پاؤں غرق ہے۔ ایک مسلک کے نمائندہ علما دوسرے مسالک و مذاہب کے علما کو حقیر جانتے ہیں اور انتہائی اخلاص سے یہ تکبر اپنے دل میں پالتے رہتے ہیں کہ علمی اعتبار سے اس جہاں میں ہمارا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اگر کسی بڑے عالم دین، شیخ الحدیث یا مفتی صاحب کو مذہبی جلسہ و تقریب کے دوران سٹیج پر جگہ نہ ملے اور وہ عوام الناس کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھنے میں حجاب محسوس کریں تو

یہ عالم دین، شیخ الحدیث اور مفتی صاحب علمی تکبر میں مبتلا ہو چکے ہیں۔اسی طرح اگر کسی عالم دین یا شیخ الحدیث یا مفتی صاحب کو مخاطب کرتے وقت القابات کا لحاظ نہ کیا جائے اور براہِ راست ان کا نام لے لیا جائے اور وہ اس کو برا جانیں تو بلاشبہ یہ بھی تکبر ہی کی ایک قسم ہے۔

اس بحث سے مقصودِ کلام ہے کہ ہمارے ذہنوں میں عام طور پر تکبر کی یہ صورتیں نہیں ہوتی ہیں۔ہم میں سے ہر شخص کو اپنے ہر ہر فعل اور عمل کا محاسبہ اور تجزیہ کرتے رہنا چاہیے کہ میرا یہ عمل کہیں میری باطنی نشو نما یا تزکیہ میں رکاوٹ تو نہیں بن رہا ہے۔

تکبر کے درجات: بعض اہل علم نے تکبر کے تین درجات بیان کیے ہیں:

1. دل میں اپنی بڑائی ہو اور ظاہر میں تواضع وانکساری ہو۔تکبر کا یہ درجہ انتہائی خطرناک ہے اور اس کا تجزیہ کرنا بھی انسان کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔اس درجہ میں تکبر صرف دل تک محدود رہتا ہے اور انسان کے عمل یا قول میں داخل نہیں ہوتا۔

2. تکبر کا دوسرا درجہ دل کے بعد اپنے افعال واعمال میں تکبر کا اظہار کرنا ہے۔مثلاً کوئی شخص مجالس، محافل، دوستوں، خاندان اور معاشرے میں اپنے عمل وفعل کے ذریعے اپنی بڑائی چاہے جیسا کہ ہم نے سابقہ صفحات میں اس کی کئی ایک مثالیں بیان کی ہیں۔حدیث میں تہبند یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا عملی تکبر میں شامل کیا گیا ہے۔گردن میں چادر ڈال کر دونوں کندھوں سے نیچے لٹکانا بھی پنجاب کے چوہدریوں میں عملی تکبر کی ایک صورت ہے۔بعض اوقات جبوں اور قبوں کے ذریعے بھی عملاً اپنی بڑائی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

3. تکبر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل اور عمل سے بڑھ کر اپنی زبان سے فخر کا اظہار کرے مثلاً اپنے تزکیہ نفس یا نیک ہونے کے دعوے کرے۔بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے وہ باتوں باتوں میں ہر کسی کو اپنے تہجد گزار ہونے یا نیک ہونے یا بڑا عالم دین ہونے یا

تعلیمی اسناد کی تاریخ سنانے یا عظیم محقق ہونے یا فل پروفیسر ہونے یا دین کا عظیم خادم بتلانے کے لیے بے چین و مضطرب ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اس قسم کے اقوال میں تکبر قولی کی واضح صورت جھلکتی نظر آتی ہے اور اگر کسی شخص میں یہ عادت ہو تو اسے اپنی باطنی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

تکبر کے اسباب: تکبر کیوں پیدا ہوتا ہے یا اس کے اسباب کیا ہیں؟ تکبر کے اسباب میں سے اہل علم نے حسد، بغض، کینہ، عجب اور ریا کا تذکرہ کیا ہے۔ جب کوئی شخص مال، علم، حسن و جمال یا مقام و مرتبے میں دوسرے سے حسد محسوس کرتا ہے تو عموماً اس پر تکبر کے ذریعے بڑائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص کسی دوسرے سے اپنے دل میں بغض اور کینہ رکھتا ہے تو یہ بھی اس کے تکبر کا سبب بن جاتے ہیں۔ اپنے نفس کے عشق میں مبتلا ہونا یعنی خود پسندی اور عجب بھی تکبر کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اسی طرح ریاکاری بھی تکبر کے اسباب میں داخل ہے۔

تکبر کا علاج: اہل علم نے تکبر کے دو قسم کے علاج تجویز کیے ہیں جو ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں:

علمی علاج: تکبر کا علمی علاج یوں کیا جا سکتا ہے کہ انسان جب اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت یا صفت یا کمال پر اپنے نفس میں بڑائی محسوس کرے تو یہ سوچ بار بار پیدا کرے:

.1 میرے اندر کا یہ کمال حق سبحانہ وتعالیٰ کا پیدا کردہ ہے یعنی عطائی ہے اور اس کے حصول میں میرا کوئی ذاتی عمل دخل نہیں ہے۔

.2 میں کسی ذاتی اہلیت کی بنا پر اس نعمت خداوندی کا مستحق نہیں تھا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے

یہ کمال عطافرما کر مجھے اپنی رحمت سے مجھے نوازا ہے۔

.3اس کمال کے اللہ کی طرف سے عطا کیے جانے کے بعد اس کا بقا میرے اختیار اور بس میں نہیں ہے اور کسی بھی وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے سلب کر سکتے ہیں۔

.4اگر چہ دوسرے شخص میں یہ کمال فی الحال نہیں ہے لیکن ممکن ہے مستقبل قریب یا بعید میں اسے یہ کمال مجھ سے بھی زائد درجہ میں حاصل ہو جائے۔

.5اس کا بھی غالب امکان ہے کہ دوسرے شخص میں کچھ ایسے کمالات ہوں جو میری نظر سے مخفی ہوں اور ان کی بنا پر اس کا رتبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں مجھ سے زائد ہو۔

عملی علاج: تکبر کا علمی اور بہترین علاج یہ ہے کہ انسان جس کو اپنے نفس سے چھوٹا سمجھے، اس کے ساتھ بیٹھے، کھائے، پیئے، گفتگو کرے، دوستی کرے، اس کا احترام کرے، اس کے بارے تحسین کے کلمات کہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ مثلاً ایک امیر اپنے تکبر کو غربا میں بیٹھ کر اور ایک عالم دین اپنے تکبر کو طلبا میں بیٹھ کر دور کر سکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اہل علم نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ شریعت میں ازالہ نہیں بلکہ امالہ ہے یعنی معصیت کا مادہ ہی انسان سے ختم ہو جائے تو یہ شریعت کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان معصیت کے تقاضوں پر عمل نہ کرے اور ان کو کنٹرول کرے۔ پس تکبر کا مادہ ختم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ تکبر کے تقاضوں پر عمل نہ کرنا اور اس بیماری کا علاج کرنا مقصود شرع ہے۔

تکبر سے متعلقہ بعض دوسری اصطلاحات:

مضمون کے شروع میں ہم نے تکبر سے متعلق بعض دوسری اصطلاحات کا تذکرہ کیا تھا، ان کا ایک مختصر تعارف ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں تا کہ تکبر کے علاوہ ان باطنی بیماریوں

کی پہچان بھی سالکین حق کے لیے آسان ہو۔

.2عُجب: اس سے مراد اپنے کو بڑا سمجھنا عجب ہے۔قرآن میں خود پسند کے لیے 'مختال' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

.3حب جاہ: اپنے آپ کو دل ہی دل میں بڑا سمجھنا اور کوشش کرنا کہ دوسرے بھی مجھے بڑا سمجھیں۔

.4حب تفوق: دوسروں پر غالب آنے کی شدید خواہش رکھنا اور اس پر عمل کرنا۔

.5ریا: کسی دینی عمل کو لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کا ذریعہ بنانا ریاکاری کہلاتا ہے۔

تکبر سے متعلق ان اصطلاحات میں ہر ایک مستقل مضمون کی متقاضی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس موذی مرض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے جناب عزیز عارف صاحب

گوجرانوالہ سے عثمان ارشاد کی والدہ

گوجرانوالہ سے عبدالحنان کے والد

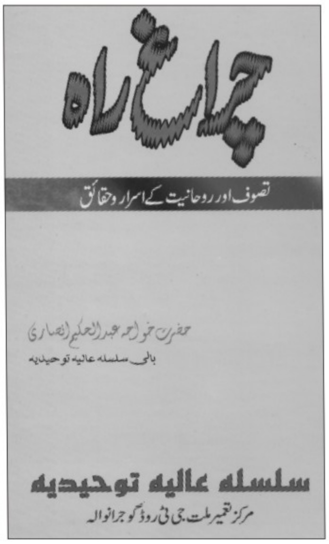
نوشہرہ ورکاں سے محمد ارشد کی ہمشیرہ

نوشہرہ ورکاں سے حاجی محمد لطیف توحیدی کے بھتیجے

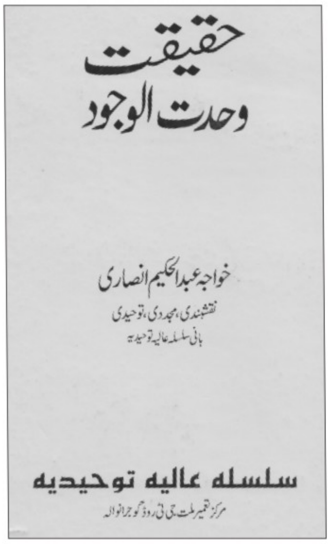
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعوْنَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

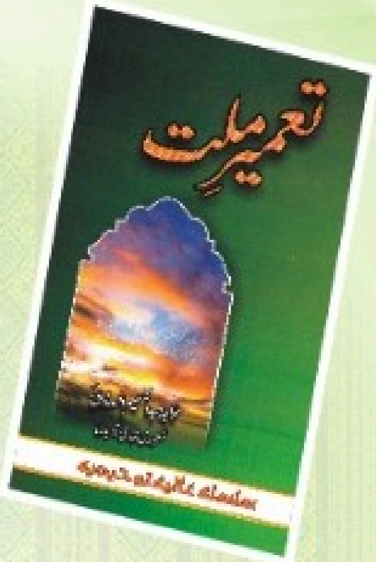


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

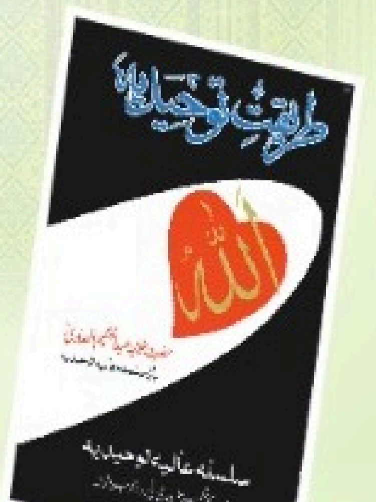


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں، جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com